اطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول
ری الامر منکم
مشاہیرِ امت
رشحۂ قلم
حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم دیوبند
ناشر ادارہ تاج المعارف دیوبند یوپی

سلسلہ کلمات طیبات (۶)

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَّاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

# مشاہیر اُمّت

از افاضات

فخر الاماثل حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ

مہتمم دار العلوم دیوبند

ناشر

ادارۂ تاج المعارف دیوبند - یوپی

## تقریظ

# از حضرت حکیم الامت سیدی و سندی مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب

### دامت برکاتہم

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ہادی السبل و سید الرسل۔ وعلیٰ آلہ واصحابہ اعیان الامۃ وکاشفی الغمۃ۔ بعد حمد و صلوٰۃ اشرف علی عفی عنہ نے یہ قصیدہ نونیۃ الآخا یعنی مشاہیر انبیٹھ پورا اور ان آحاد کا تاریخی حصہ کہیں کہیں سے دیکھا مدح تو وہ کرے جو ادب و تاریخ کا ماہر ہو میرا اس منصب شہادت سے عاری ہونا ظاہر ہے۔ اس لئے بجائے مدح کے دو واقعی امر کا اظہار کرتا ہوں، ایک اپنی خوشی اور پسندیدگی کا۔ دوسرا دعائے برکت و مقبولیت و نافعیت کا۔ اور اس کی ساتھ ہی موضوع رسالہ کے متعلق ایک امر پر متنبہ کرتا ہوں گو حاجت تنبیہ نہیں مگر محض احتیاط مقصود ہے وہ یہ کہ اصل مقصود اہل کمالات کا تذکرہ ہے باقی بعض اہل نقائص کا ذکر وہ اس اصل کے تحت میں ہے۔ "بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم"۔ اور اگر کسی کی فلسفیت اس توجیہ سے مانع ہو تو وہ تعرف الاشیاء باضدادھا کے تحت میں سمجھ لے ع:۔ وللناس فیما یعشقون مذاہب،

خود صاحب قصیدہ نے بھی اپنے ترجمہ میں اس پر تنبیہ کی ہے۔ فقط

آخر شوال ۱۳۵۱ھ ہجری

---


طبع ثانی ۔۔۔۔۔۔ ایک ہزار

جون ۔۔۔۔۔۔ ۱۹۵۴ء

قیمت مجلد ۔۔۔۔۔۔ ایک روپیہ چار آنہ

باہتمام محمد سالم قاسمی ناظم ادارہ تاج المعارف کوہ نور پریس دہلی میں چھپکر ادارہ مذکور سے شائع ہوئی

# فہرست

| نمبر شمار | وصف مخصوص | اسم گرامی | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۲۹ | علم نقد الحدیث | امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رح | ۵۰ |
| ۳۰ | السیاحۃ | ابراہیم بن مندہ | ۵۲ |
| ۳۱ | فن ظاہریت | ابن حزم ظاہری رح | ۵۳ |
| ۳۲ | علم الکلام | امام ابوالحسن اشعری رح | ۵۴ |
| ۳۳ | علم اداء القرآن | خطیب بغدادی | ۵۵ |
| ۳۴ | علم طب | ابوبکر محمد بن زکریا رازی رح | ۵۶ |
| ۳۵ | فن ادب | ابومحمد قاسم بن علی الحریری | ۵۸ |
| ۳۶ | علم شعر | ابوتمام حبیب طائی | ۵۹ |
| ۳۷ | علم تشبیہ | ابوعبادہ ولید بن عبد طائی | ۶۱ |
| ۳۸ | علم محاضرۃ الادباء | علی بن الحسین اصبہانی | ۶۴ |
| ۳۹ | علم الانشاء | قاضی الفاضل | ۶۵ |
| ۴۰ | فن خطابت | ابویحیی عبدالرحیم بن نباتہ | ۶۵ |

| نمبر شمار | وصف مخصوص | اسم گرامی | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۴۱ | علم النوادر | ابوسعید عبدالملک اصمعی | ۶۶ |
| ۴۲ | علم النحو | سیبویہ | ۶۷ |
| ۴۳ | علم العروض | خلیل بن احمد نحوی | ۶۸ |
| ۴۴ | علم نجوم | جعفر بن محمد | ۷۰ |
| ۴۵ | خوشنویسی | ابوالحسن علی بن ھلال | ۷۱ |
| ۴۶ | فن منطق | ابن سینا | ۷۳ |
| ۴۷ | الاعتزال | ابوعلی محمد بن عبدالوہاب جبائی | ۷۵ |
| ۴۸ | فن موسیقی | ابراہیم بن ماہان | ۷۷ |
| ۴۹ | صفت کذب | ابوالحسن کذاب | ۷۹ |
| ۵ | صفت بُزدلی | عطا بن سلیم | ۸۰ |
| ۵ | صفت طمع | اشعب طماع | ۸۱ |
| ۵۱ | صفت بخل | مادر بخیل | ۸۲ |
| ۵۲ | صفت العجز والانکسار | مؤلف رسالہ عفی عنہ من الناشر | ۸۳ |

تمام شد

# حرفِ آغاز

کوئی قوم اُسی وقت تک اپنے امتیاز کے ساتھ دُنیا میں باقی اور ممتاز رہ سکتی ہے جب تک وہ اپنے شعائر اور اسلاف کی روایات کے دامن کو نہیں چھوڑتی۔ مصر کے قبطیوں نے اپنی تاریخ سے مُنہ موڑا تو بنی اسرائیل میں مدغم ہو گئے۔ بُدھ قوم نے ہندوستان میں اپنے شعائر سے روگشی برتی تو آرین ہندوؤں میں منسم ہو کر رہ گئے۔ ایران کے آتش پرستوں نے اپنی روایات گم کیں تو مسلمانوں کا ایک جُز بن گئے۔ سسلی اور اسپین کے عربوں نے عظمت اسلاف سے روگردانی برتی تو اپنی عربیت کو تج دیا اور اٹلی اور اسپین والوں میں سما کر رہ گئے۔

ساڑھے تیرہ سو سال کے طویل عرصہ میں مسلمان اس سنگین تاریخی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے اور اگر ہوئے تو بہت کم۔ اسی وجہ سے آج بھی مسلم قوم دُنیا کی صف اول کی اقوام میں سے ایک قوم شمار ہوتی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ انشاءاللہ۔ لیکن آج کے مادہ پرستی کے دور میں متمدن اقوام کے رنگین تمدن نے مسلم عوام کے غفلت کوش طبقہ کو بڑی حد تک اپنی رنگینیوں میں جذب کر لیا ہے۔ جس کا قدرتی نتیجہ ہے کہ عوام ہی نہیں بلکہ خواص میں بھی عظمت اسلاف' اور ان کی تاریخ سے مجرمانہ غفلت برتی جا رہی ہے' جس کے بھیانک نتائج محتاج بیان نہیں ہیں۔ تاریخ سے بدمذاقی بلکہ بے مذاقی کے اس دور میں "مشاہیر اُمت" "تاریخ کے درس اول" کی حیثیت رکھتی ہے جس میں نہ دور باز کار موشگافیاں ہیں نہ تاریخی پیچیدہ انداز بیان' بلکہ نہایت سلیس و دلچسپ طرز ادا میں اُمت کے ممتاز افراد کے امتیازی اوصاف جمیلہ کا ذکر اور مختصر مگر جامع انداز میں اُن کی زندگیوں کا خلاصہ بیان فرمایا گیا ہے اور چونکہ کسی کا فضل و کمال ظاہر نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس کے

مد مقابل نقص وجہالت کو واضح نہ کیا جائے، اس لئے اس میں چند اُن افراد کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ جو کسی مذموم صفت مثلاً بخل، طمع وغیرہ۔ جس کو اگر عوام اور بالخصوص بچوں اور عورتوں کو سبقاً سبقاً پڑھایا جائے تو یہ توقع بے جا نہیں ہے کہ اُن کے قلوب میں صحیح اسلامی رُوح بیدار ہوگی جو ان کے اور اُمت کے مستقبل کے لئے ایک تابناک پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ جسکو ادارۂ تاج المعارف اپنے سہ ماہی پروگرام کے تحت نہایت بلند اُمیدوں کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

حضرت والد محترم مدظلہ، نے اپنی اس لطیف تصنیف کو طبع اوّل ۱۹۳۳ء میں احقر راقم الحروف اور احقر کے برادر خورد محمد عاصم (یہ نونہال قاسمی اپنی بے پناہ ذکاوت و ذہانت اور حیرتناک صلاحیتوں کی وجہ سے خاندان کے لئے مرکزِ نظر تھا۔ لیکن افسوس کہ ۷ رمئی ۱۹۴۲ء کو آں مرحوم نے داغِ مفارقت دے دیا) کے ناموں سے معنون فرمایا تھا۔ اب احقر راقم الحروف اور احقر کے دو عزیز بھائی عزیز محمد اسلم سلمہٗ اور عزیز محمد اعظم سلمہٗ جو دونوں اس وقت دار العلوم میں زیرِ تعلیم ہیں حضرت والد محترم مدظلہٗ کی بارگاہ ربّ العزت میں اِس مستجاب دُعاء کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان نوخیزوں کی علمی استعداد کے لئے اس ذخیرہ کو نافع اور کار آمد فرمائے اور اُنہیں منتفع ہونے کے مواقع میسر فرمائے۔ آمین!

ہمیں اُمید ہے کہ ادارے کے سہ ماہی اشاعتی پروگرام میں شریک ہونے والے معاونین کرام اِس مفید ترین کتاب سے پورا پورا نفع حاصل فرمائینگے۔ اور آئندہ بہتر سے بہتر اور کار آمد لٹریچر کی پیشکش کے لئے ادارے کے سہ ماہی پروگرام میں دیگر احباب کو بھی دعوتِ شرکت دینگے۔

اخیر میں ان تمام مخلصین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے ادارے سے اجازت نامہ طلب فرماکر دیگر احباب کو بھی اس اصلاحی کام میں اجازتیں دلاکر شریک فرمایا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

احقر محمد سالم قاسمی
ناظم ادارۂ تاج المعارف دیوبند
۳ر اپریل ۱۹۵۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مشاہیر اُمت

## حمد و تمہید

| | |
|---|---|
| یا من هدی قلبی و زان بیانی | فنظمت عقد جواهر الازمان |

اے وہ ذات جسنے میرے دلکو راستہ دکھایا اور بیان کو آراستہ کیا۔ کہ میں نے زمانہ کے جواہر پاروں کو بیان کی لڑی میں گوندھ دیا

| | |
|---|---|
| اعنی بها اعلام من فاق الوری | فمضوا الی الله و ما لهم من ثان |

میری مراد ان جواہر پاروں سے وہ بلند پایہ ہستیاں ہیں جو مخلوق پر مختلف جہات سے فوقیت لیگئی ہیں اور زمانے گذر گئے کہ انکا کوئی ثانی نہیں پیدا ہوا

| | |
|---|---|
| من کان فرد زمانه فی فنه | سمیته فیها بحسن بیان |
| اُن میں سے جو بھی اپنے فن میں یکتا گذرا ہے | میں نے عمدہ بیان کی ساتھ اس لڑی میں ٹانک دیا ہے |
| یسر مرادی لی فانت میسر | کل الصعاب عززت من رحمان |

پس تو میری مراد کو میرے لئے سہل فرمادے تو ہی تمام مشکلات کو سہل فرمانے والا ہے کہ تو بے حد مہربان ہے

| | |
|---|---|
| سرد السیوطی حبرنا و اجلنا | اعنی جلال الدین ذا الاتقان |

ان جواہر پاروں کو سیوطی جیسے متبحر عالم اور برگزیدہ اُمت نے سلسلہ وار بیان فرمایا ہے جس سے میری مراد شیخ جلال الدین جیسے ثابت قدم ہیں

| | |
|---|---|
| ولقد رواها الشیخ فی خط من الـ | ذهبی ذی العرفان والاحسان |

اور شیخ نے یہ اسماء صاحب عرفان و احسان علامہ ذہبی کے ایک خط میں لکھے تھے جسکو انھوں نے بجنسہ تاریخ الخلفاء میں نقل کردیا ہے

| | |
|---|---|
| و متی رفعت لک الروایة مسندا | فادع بسمعک واعیا تبیانی |

اور جب کہ میں نے تمہارے سامنے ان جواہر پاروں کی روایت سند کی ساتھ بیان کردی تو اب اپنے قلب کو بہ استدلال بیان محفوظ کرتے ہوئے متوجہ کرلو کہ میں اصل مطلب شروع کرتا ہوں

واللہ المستعان و علیہ التکلان

# اخلاق و علم نبوّت

قد کان ارحمَ امةٍ مرحومةٍ　　　صدیقہا بالصِّدق والاحسانِ

امتِ مرحومہ کے سب سے زیادہ رحیم و کریم فردِ سچائی اور خوبی کیساتھ صدیقِ امت (ابو بکرؓ) تھے

ابو بکر عبد اللہ ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جاہلیت کا نام عبد الکعبہ ہے۔ اسلامی نام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ تجویز فرمایا۔ اسلامی لقب عتیق ہوا۔ اور بارگاہِ نبوت سے صدیق کا خطاب عطا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بحلف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ابو بکر کا خطاب صدیق نازل فرمایا۔ ایک دفعہ جبریل علیہ السلام اُترے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ کھڑے رہے کہ صدیق اکبر قریب سے گذرے۔ جبریل نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہی تو ہیں ابن ابی قحافہ (ابو بکر) آپ نے فرمایا کیا تم ملائکہ بھی اُنھیں جانتے ہو۔ انھوں نے بحلف فرمایا کہ ابو بکر صدیق آسمانوں میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں اور آسمانوں میں اُن کا لقب حلیم ہے۔ صدیق اکبر کی مخصوص صفات میں سے صفت رحمت ہے ارشاد نبوی ہے:۔

| | |
|---|---|
| ارحم امتی بامتی ابو بکر (وفی روایۃ) | میری امت میں ساری امت سے زیادہ رحیم ابو بکر ہیں اور بعض روایات میں ہے |
| ارحم ھذہ الامۃ بعد نبیہا ابو بکر۔ | اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے زیادہ رحم دل ابو بکر ہیں۔ |

صفت رحمت میں صدیق اکبر کا فائق ہونا درحقیقت تمام صفات کمال میں ساری اُمت سے فائق ہونا ہے۔ کیونکہ تربیت خلق اللہ کا تعلق صفت رحمت ہی سے ہے۔ حق تعالےٰ نے خود اپنے بندوں سے جس صفت کے ذریعہ ربط قائم فرمایا وہ صفت رحمت ہے جس کی تکوینی صورت یہ کی کہ عرش کو ساری کائنات پر محیط کر دیا۔ اور عرش پر جس صفت کی ساتھ تجلی فرمائی وہ صفت رحمت تھی اس لئے فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ اور نیز فرمایا

القھّارُ علی العرشِ استوی یا الجبار علی العرش استوی گویا عرش سب پر محیط اور عرش پر رحمت محیط نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رحمت ساری کائنات پر محیط ہے اس لئے عالم تربیت پاسکا اور ہر چیز اپنی حدِ کمال کو پہونچ سکی ورنہ صفات جلال کسی چیز کو باقی نہ چھوڑتیں۔ پس صفات جمال میں سب سے آگے اور سب صفات پر غالب صفتِ رحمت کو رکھا اس لئے تمام کائنات کی حقیقت میں محبتِ حق جزولاینفک بن گئی کہ رحمت تو منشار تربیت تھی اور تربیت احسان کامل ہونے کے سبب منشار محبوبیت ہے اور ظاہر ہے کہ احسان اور وہ بھی انتہائی احسان یعنی ربوبیت قدرتی طور پر جاذب محبت و عقیدت ہے۔ پھر حق تعالیٰ نے اپنی اسی صفتِ رحمت کا مظہرِ اتم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا اور قرآن کریم نے آپکو رحمۃ للعلمین کا خطاب عطا فرمایا اور لسان نبوۃ پر آپ کو رحمۃ مھداۃ کا لقب سنایا گیا۔ اس لئے آپ افضل الخلائق بن کر احب الخلائق ہوئے اور اس لئے ساری کائنات کی طرف آپ کی بعثت ہوئی کہ آپ رحمتِ عامہ کے سبب محبوبیۃ عامہ کی شان رکھتے تھے جو آپ کے دین سے ظاہر ہوئی اور قیامت تک کیلئے قائم ہوگئی۔ پھر آپ کی رحمتِ عامہ کے مظہرِ تام جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوئے اور لسانِ نبوۃ پر انھیں ارحم امۃ کا خطاب ہوا اور اس لئے وہ انبیار کے بعد افضل الخلائق ہوئے اور خلیفۂ خاتم الرسل قرار پائے۔ اور ان کی خلافت عامۃ قدم نبوۃ پر قائم ہوئی جو خلافت رحمت تھی۔ دورِ خلافت میں جب صدیق اکبر کسی سڑک سے گذرتے تو بچے جگہ جگہ ٹانگوں اور کمر سے لپٹ جاتے اور پکارتے۔ یا ابت یا ابت اے باپ اے باپ اور صدیق غایت شفقت و رحمت سے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور کھڑے رہتے۔ ۸ رجمادی الثانی ۱۳ھ کو مغرب اور عشاء کے درمیان وفات پائی۔ اور روضۂ نبوی میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وعن کل الصحابۃ ورضوا عنہ (ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ)

---

# علم انساب

ثم النسابۃ حبرُھا فی عصرہ ۔۔۔ ھو ذا الرحیم فجاء فرداً وان زھدا

پھر علم انساب میں اپنے زمانہ کے سب سے بڑے واقف کار یہی رحم والے (صدیق اکبرؓ) تھے جو زمانہ کے یکتا انساب ہوئے ہیں

علم نسب کی مہارت عرب کی خصوصیات میں سے ہے اشخاص کے ناموں سے قوموں کو پہچان لینا اور قوموں کے نسب ناموں سے اشخاص کی معرفت کر لینا عربوں کا خاص حصہ تھا۔ اُن کے یہاں انسانی سلاسل نسب کے علاوہ گھوڑوں اور اونٹوں تک کے نسب نامے محفوظ رکھے جاتے تھے۔ اولاد میراث کے قابل جب ہی سمجھی جاتی تھی جب کہ وہ اپنے خاندانی نسب واصل اور سلسلہ سے واقف ہو جاتی تھی اور اس میں شبہ نہیں کہ طبعی طور پر سلسلہ نسب کی پہچان انسانی نفسیات میں بہت گہرا اثر رکھتی ہے۔ باہمی میل ملاپ تعاون و تناصر اور باہمی یگانگت و رواداری کو نسب کا سلسلہ بہت کچھ مستحکم کر دیتا ہے۔ نسبی تعلقات درمیان میں آجانے سے جمعیۃ کی رگیں بھڑک اٹھتی ہیں۔ دودمانی غیرت جوش کھانے لگتی ہے اور اس کے توسط سے طوعاً و کرہاً برادریاں ایک مرکز پر جمع ہو جاتی ہیں اس لئے ایسے کار آمد موثر کو شریعت نے اعتدال کی ساتھ باقی رکھنے کی سعی فرمائی ہے۔ ہاں نہ اُس کو امور دینیہ کا مدار ٹھیرایا اور نہ اُس کو احکام دنیا میں باطل محض قرار دیا دینی سلسلوں میں تقسیم میراث۔ صلہ رحمی اور بہت سے ابواب خیر نسب کے سلاسل جاننے پر موقوف ہیں۔ اسی لئے حدیث نبوی میں ارشاد فرمایا گیا ہے

| | |
|---|---|
| تعلموا من النسب ما تعرفون بہ احسابکم وتصلون بہ ارحامکم | نسب کی معلومات اتنی ضرور پیدا کر لو کہ اپنے خاندانی کمالات کو پہچان سکو اور اپنے قرابت داروں کی ساتھ حسن سلوک کر سکو۔ |

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کم از کم اپنے ذاتی سلسلہ نسب اور اصل کو بھی بقدر ضرورت نہیں جانتا وہ لوگوں کو نہیں پہچانتا۔ اور جو اپنی جنس کے افراد سے ہی واقف نہیں اُسے اس جنس میں سے شمار کیا جانا بھی تعجب سے خالی نہیں۔ اسی لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

تعلموا النسب ولا تکونوا کنبیط السواد اذا سئل احدھم عن اصلہ قال من قریۃ کذا وکذا۔

نسب کی معلومات حاصل کرو اور خودرو پود کی طرح اُن لوگوں میں سے مت ہو جاؤ کہ جب ان میں سے کسی کی اصل کی بات پوچھا جائے تو کہہ دے کہ میں تو فلاں بستی کا ہوں (گویا اس کی نظر میں اس کی اصل گاؤں کی زمین ہے کوئی شخص اور خاندان نہیں)۔

آج تک بھی ہندوستان کے عربی خاندانوں میں اُن کا یہ آبائی فن کسی حد تک محفوظ چلا آتا تھا۔ تقریبات کے سلسلہ میں نسب کی چھان بین کافی حد تک کی جاتی تھی۔ ہر خاندان میں علماء نسب موجود تھے۔ جن کی طرف وقت پر رجوع کیا جاتا تھا۔ دودمانی خصوصیات کی تحفظ اور گھرانوں کے مخصوص اخلاق کی بقاء کے لئے خاندانی سلسلوں کی پوری تفتیش کی جاتی تھی۔ دورِ حاضر کی طرح تزویج و مناکحت کا مدار محض مال و منال یا تلاش بر کے لئے اشتہارات و اخبارات کے ایک اعلان پر نہ تھا۔ انگریزی حکومت کی نحوست اور اسلام دشمنی کی مضرت پالیسی نے جہاں مسلمانوں کے بہت سے مخصوص علوم و فنون فنا کر دیئے ہیں وہیں یہ جوہر بھی علماً و عملاً ضائع کر دیا ہے۔

بہر حال علم الانساب کو عربوں نے کافی اہمیت دی اور ایک مستقل فن کی حیثیت سے پیش کیا اور اُس سے دین و دنیا کے بڑے بڑے امور میں مدد لی۔ عرب میں علم الانساب کے ذوقِ عام کی ساتھ مخصوص علماء نسب بھی تھے۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑے نساب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شمار کئے گئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو منجانب حق ارشاد ہوا کہ قبائل اور خاندانی مجالس میں جا کر تبلیغِ دین فرمائیں تو آپ ایک دن اس قصد سے تشریف لے چلے۔ میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ ایک مجلس پر پہنچے تو صدیق اکبر آگے بڑھے (اور وہ ہر خیر میں ہم سب سے آگے ہی رہتے تھے) اہل مجلس کو سلام

کہا اور فرمایا کہ آپ لوگ کون قوم ہیں۔ انھوں نے کہا ربیعہ۔ فرمایا کہ کونسے ربیعہ میں سے ہو کہا ہامہ عظمی میں سے۔ فرمایا کونسے ہامہ عظمی میں سے ہو۔ کہا ذہل اکبر میں سے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ اچھا تو تم میں ہی سے ہے عوف ابن محلم جس کے حق میں یہ مقولہ مشہور ہے لا حر بوادی عوف انھوں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ تو پھر تم ہی میں سے ہے جساس ابن مرہ جو حامی الذمار و مانع الجار کے مثل سے مشہور ہے کہا نہیں فرمایا کہ پھر تم ہی میں سے ہیں سلاطین کندہ کے اخوال۔ انھوں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ پھر تم ہی میں سے ہیں شاہان لخم کے داماد انھوں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ پھر تم ذہل اکبر میں سے نہیں ہو۔ بلکہ ذہل اصغر میں سے ہو۔

بہر حال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس طرح رحم و کرم میں یکتا تھے اسی طرح قبائل کی نسب پہچاننے اور قبائل کی مشہور شخصیتوں کی معرفت میں فرد زمانہ تھے۔

پس جس طرح صفت رحمت میں اُن کا یکتا ہونا سلاسل روحانیت اور معارف الٰہیہ میں اُن کے فرد کامل ہونے کی دلیل ہے اسی طرح فن نسب میں اُن کا حافظ وقت ہونا سلاسل جسمانیت اور معارف بشریہ میں یکتا ہونے کی شہادت ہے اور اس طرح یہ افضل الخلائق بعد الانبیاء ہستی علوم دنیا اور علوم دین دونوں کے اصولی سلسلوں کی ماہر ثابت ہوتی ہے رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین (عقد الفرید)

# شدۃ فی الدین

واشدھم فی دینہ فاروقہ عمر بن خطاب جلیل الشان

اور سب سے زیادہ اُمور دین میں سخت اور قوی دین اسلام کے فاروق تھے جو کہ جلالۃ کی شان رکھنے والے عمر بن خطاب ہیں

ابو حفص **عمر بن الخطاب** خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ۔ جاہلیۃ اور اسلام میں نام عمر ہی رہا۔ کنیۃ ابو حفص تھی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز فرمودہ تھی حضرت علی نے مخصوص لقب مفتاح الاسلام عطا فرمایا اور آسمانی لقب فاروق ہے جو بقول جبریل

علیہ السلام زمین سے زیادہ آسمانوں میں مشہور ہے۔ انجیل میں کافی کے لقب سے معروف ہیں اور توراۃ میں منطق الحق کے لقب سے اور جنت کا معروف لقب سراج ہوگا۔ بغض فی اللہ اور شدہ فی امر اللہ مخصوصات فاروقی میں سے ہے جلال حق کا مظہر اتم تھے۔ حضور نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ دو عمروں میں سے جو ن تجھے محبوب ہو اُس سے دین کو عزت بخش۔ یا عمر بن خطاب سے یا عمر بن ہشام (ابو جہل) سے۔ فاروق اعظم محبوب حق ثابت ہوئے اور اُنہی کے بارہ میں یہ دعا مستجاب ہوئی۔ چنانچہ اُن کے یوم اسلام ہی سے اسلام کی شوکت اور قوت کا آغاز ہو گیا۔ دشمنان دین کے حق میں شمشیر برہنہ تھے۔ ایک یہودی اور ایک منافق میں جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے چاہا کہ مقدمہ بارگاہ نبوی میں جائے اور منافق نے چاہا کہ کعب بن اشرف (عالم یہود) کے پاس ہو۔ مگر یہودی نے انکار کیا اور بالآخر مقدمہ حضور کے پاس آیا۔ آپ نے یہودی کے حق میں مقدمہ فیصل فرمایا۔ منافق نے فیصلۂ نبوی تسلیم نہ کرتے ہوئے فاروق اعظم کے پاس اپیل کیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ فاروق اعظم نے فرمایا ٹھیرو میں ابھی آتا ہوں۔ گئے اور گھر میں سے تلوار لے کر آئے اور آتے ہی منافق کی گردن اُڑا دی۔ اور فرمایا کہ فیصلۂ نبوی نہ ماننے والوں کے حق میں میں اسی طرح فیصلہ کیا کرتا ہوں۔ اس پر جبریل نازل ہوئے اور فرمایا کہ عمر نے حق و باطل کو الگ الگ کر دیا اور فاروق کا لقب مشہور ہو گیا۔

زمانہ کفر میں جن جن مجالس میں فاروق اعظم کی نشست و برخاست تھی اسلام لانے کے بعد بلا خوف و دہشت اُن تمام مجالس میں اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہوئے پھر گئے اور کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ اُن کے قریب بھی آسکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کر کے کہا کہ یا رسول اللہ آپ مخفی کیوں ہیں باہر تشریف لایئے۔ چنانچہ آپ باہر تشریف لائے۔ آگے آگے حضرت عمر و حمزہ رضی اللہ عنہما جا رہے تھے یہانتک کہ آپ نے علی الاعلان کعبہ کا طواف فرمایا اور ظہر کی نماز پڑھی اور آپ نے ارشاد

فرمایا کہ قسم ہے خدا کی کہ آج کے بعد خدا کی عبادت چھپ کر نہ ہوگی۔ چنانچہ اُس کی بعد اسلام کی شوکت بڑھتی ہی چلی گئی۔ فتوحات کی کثرت ہوئی۔ غنائم سے اسلامی خزانے پُر ہو گئے۔ قومیں کی قومیں دائرۂ اسلام میں آنی شروع ہو گئیں حق اور سکینہ حضرت عمر کی زبان پر تھے۔ حق گوئی شعار تھا اگرچہ تلخ معلوم ہوتا ہو۔ بنص حدیث شدۃ فی اللہ اور ہیبت کے سبب شیطان اُس کوچہ سے نہیں چلتا تھا جس سے فاروق چلتے تھے۔ تین دفعہ شیطان کو پچھاڑا ہے اور فرمایا کہ کیا جنات ایسے ہی بودے ہوتے ہیں۔ اور اُن کے بازو کتوں کے سے کمزور بازو ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی نسبت حدیث نبوی میں فرمایا گیا اشد امتی فی امر اللہ عمر (میری اُمت میں سے سب سے زیادہ امور آلٰہیہ میں سخت عمر ہیں) خلافت کے بعد فرمایا کہ ابوبکر کا لقب خلیفۂ رسول اللہ تھا۔ مگر مجھے خلیفۂ رسول کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

حضرۃ مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ہمارے امیر ہیں اور ہم مومنین ہیں اس لئے آپ امیر المومنین ہیں اسے قبول فرمایا اور یہ لقب سب سے پہلے فاروق اعظم ہی کا مشہور ہوا۔ چوتھی ذی الحجہ ۲۳ھ کو شہادت کی ساتھ وفات پائی۔ نزع کے وقت اپنے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر تھا اور فرما رہے تھے گنہگار ہوں مگر نمازیں سب پڑھی ہیں اور روزے سب رکھے ہیں فرشتۂ موت نے دوسرے فرشتہ سے فرمایا کہ یہی ہے امیر المومنین کا گھر جس میں کچھ بھی سامان نہیں۔ گویا قبر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ملک الموت جس گھر میں تم آنے والے ہو اور تم ہی غلف ہو۔ وہ گھر ایسا ہی ہونا چاہیے۔ رضی اللہ عنہ وعنہم ورضوا عنہ۔

## صفت چہار

عثمان اصدقھم حیاءً صاحب النورین ثمہ جامع القرآن

سب سے بڑے حیادار عثمان غنی ہیں جو ذی النورین اور جامع القرآن تھے۔

ابو عمر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ثالث الخلفاء الراشدین ہیں۔ حضرت عمرؓ کے بعد اُنہی کا مرتبہ امت میں مسلمہ ہے۔ جاہلیت و اسلام میں نام عثمان ہی رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں دی ہیں۔ اس لئے (بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ) ان کا لقب ملاء اعلیٰ (اور دنیا) میں ذوالنورین مشہور ہوا۔

صورت و سیرت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت اشبہ تھے۔ جس کی شہادت حضورؐ نے دی ہے۔ وصف مشہور۔ اور صفتہ غالبہ حیاء تھی۔ جس کی احادیث میں تعریف فرمائی گئی ہے۔ احیی الامۃ (اُمت کا سب سے بڑا حیادار) بارگاہِ رسالت سے خطاب عطا ہوا تھا۔

حضورؐ اپنی مجلس میں خود بھی حضرت عثمانؓ سے حیاء و لحاظ فرماتے بعض بے تکلف مجالس میں جب حضرت عثمانؓ کی آمد ہوتی تو آپ کپڑے سنوارتے اور خود بھی سنور کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ حیادار آرہا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ملائکۃ اللہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حیاء کرتے تھے بعض روایات میں فرمایا گیا ہے کہ عثمان استحیاء ملائکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ ہیں جیسے اُن سے فرشتے حیا کرتے تھے۔ ایسے ہی ان سے بھی حیاء کرتے تھے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ اگر ایسے مکان میں بھی ہوتے جس کا دروازہ بند ہوتا اور اُن کے سوا کوئی دوسرا نہ ہوتا تب بھی حیاء کی وجہ سے بدن سے کپڑا اٹھانا گوارہ نہ فرماتے تھے۔ لغتہ قریش پر قرآن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی نے جمع فرمایا ہے۔ اور پھر اُسی مصحف کو تمام بلادِ اسلامیہ میں منتشر کرایا۔ یہاں تک کہ امت قرآن کے الفاظ میں اختلاف و تحریف کرنے سے مامون ہو گئی۔

سنہ ۳۵ھ میں بدھ کے دن ایام تشریق میں بحالت مظلومی شہید ہوئے قتل کے

بعد تین دن تک نعش مبارک بلا دفن پڑی رہی اور ظالم دفن تک سے مانع تھے۔

نماز جنازہ حضرت جبیر بن مطعم نے صرف تین مقتدیوں کے ساتھ ادا فرمائی اور چھپاکر رات کے وقت مدفن میں لے گئے۔ وہاں بنی مازن کی ایک قوم مقابل آئی کہ اگر یہاں دفن کیا تو ہم صبح کو اسے مشہور کر دیں گے۔ اس لئے وہاں سے پھر نعش مبارک اٹھا کر لائے اور حش کوکب میں (جو بقیع غرقد میں حضرت عثمانؓ ہی کا اضافہ کیا ہوا قطعہ زمین تھا) دفن فرمائے گئے رضی اللہ عنہ وعنہم ورضوا عنہ۔

# علم القضاء

وکذاک اقضاهم علی حاوی الی احسان ثمة ماحی العدوان

اور حضرت علی عدل وانصاف کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر قاضی اور مقدمات فیصل کرنیوالے تھے جو خوبی کی تھانے والے اور بیجا امور کے مٹانیوالے تھے

ابو تراب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ جاہلیت و اسلام میں نام علی ہی رہا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت ہی محبوب صحابہ اور بلحاظ قرابت حضور کے سب سے زیادہ خویش اور قریب ہیں۔ چچازاد بھائی ہیں آپ فرماتے ہیں کہ علی میری نسبت سے ایسے ہیں جیسے میرے جسم اطہر کے لحاظ سے میرا سر ہے اور فرمایا کہ علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہما السّلام سے تھی الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ بعض مواقع پر حضور نے حضرت علی کو اپنے سی تشبیہ بھی دی ہے کہ وہ میری مثل ہیں۔ صحابہ میں دینی بھائی بندی قائم کرتے ہوئے آپ نے خود اپنا دینی بھائی حضرت علی کو منتخب فرمایا۔ نہایت ہی کثیر المناقب صحابی ہیں آپ کا وصف مشہور اور کمال غالب قضا اور فصل خصومات ہے۔ ابتدا ء سن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ

میں نوعمر ہوں اور فصل قضایا کے متعلق مجھے کوئی علم حاصل نہیں اور آپ اتنا عظیم الشان عہدہ مجھے دے رہے ہیں۔ آپ نے تسلی دے کر فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ تیری زبان کو سیدھی چلائیگا اور تیرا قلب قابو میں فرمادے گا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اُس کے بعد مجھے کسی فیصلہ میں کبھی شک اور تردد نہیں ہوا چنانچہ بڑے بڑے حسابی معاملات اور اُلجھے ہوئے مقدمات بے تکلف کھڑے کھڑے فیصل فرمادیا کرتے تھے۔

رزین ابن حبیش فرماتے ہیں کہ دو۲ شخص بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ ایک کے پاس پانچ۵ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین۳۔ اتفاقاً ایک تیسرا شخص قریب آنکلا بے تکلفی سے اُس نے بھی ساتھ کھانے کی درخواست کی ان دونوں نے خندہ پیشانی سے اجازت دیدی۔ کھانے سے فارغ ہوکر اس مہمان نے آٹھ درہم اپنے دونوں میزبانوں کیسامنے پیش کئے اُن دونوں میں تقسیم پر نزاع ہوگیا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ فی روٹی ایک درہم کے لحاظ سے پانچ درہم تو میں لوں گا اور تین درہم تجھے لینے چاہییں۔ تین۳ روٹیوں والے نے کہا کہ نہیں یہ آٹھ درہم دونوں میں مساوی تقسیم ہونے چاہئیں۔ کیونکہ کھاتے وقت مشترکہ کھانا کھایا گیا ہے جس میں تین اور پانچ روٹی کا کوئی سوال نہ تھا۔ آخر کار یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے تین روٹی والے سے فرمایا کہ تمہارے ساتھی نے جو فیصلہ کیا ہے اُسے مان لو۔ اور تین درہم پر راضی ہوجاؤ پانچ درہم اُس کے لئے چھوڑ دو اُس نے نہ مانا اور کہا کہ میں تو آپ کا فیصلہ چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ پھر حق تو یہ ہے کہ ان آٹھ درہموں میں سے تجھے صرف ایک درہم ملے اور تیرے ساتھی کو سات درہم اُس نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کس طرح ؟ فرمایا اس طرح کہ جب ان آٹھ روٹیوں کو تین آدمیوں نے کھایا تو ان آٹھ روٹیوں کی مساوی تقسیم تین پر ۲۴ ثلث سے ہوجاتی ہے گویا آٹھ آٹھ ٹکڑے ثلث فی کس بیٹھتے ہیں۔ پس اب ان ۲۴ ثلاث میں سے ۹ ثلث کے تو تم مالک

ہوئے کہ تمہاری روٹیاں تین تھیں۔ اور تین کی مساوی تقسیم تین پر نو تہائیوں سے ہوتی ہے اور ۱۵ تلث کا تمہارا ساتھی مالک ہوا کہ اُس کی پانچ روٹیاں تھیں اور پانچ کی مساوی تقسیم تین پہ ۱۵ تہائیوں سے ہوتی ہے۔ پس اب ان ۲۴ تہائیوں کو (جن میں سے ۹ تمہاری اور ۱۵ تمہارے ساتھی کی ہیں) جب تین آدمیوں نے لیا تو فی کس آٹھ تلث حصہ میں آتے ہیں۔ پس جب تم نے آٹھ تلث کھالئے اور کل تمہارے تلث ۹ تھے اس لئے صرف ایک تلث تو تمہارا باقی بچا اور تمہارے ساتھی نے بھی آٹھ تلث کھلئے اور اُس کے کُل تلث ۱۵ تھے تو سات تلث اُس کے باقی رہے۔ لہذا ان آٹھ درہم میں سے صرف ایک کے تم مالک ہو سکتے ہو۔ اور بقیہ سات کا تمہارا ساتھی۔ اور اپنے مہمان کے عطیہ آٹھ دراہم کو تم چوبیس کے عدد سے اسی طرح تقسیم کر سکتے ہو۔ اسی طرح اور بہت سے قضایا ہیں جو حسابی رنگ رکھنے کی وجہ سے پیچیدہ ترین ہیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جودت طبع بے تکلف اُنھیں سلجھا دیتی تھی اور فریقین راضی ہو کر اُٹھتے تھے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں علم و حکمت کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں۔ یعنی علوم نبوت کی بعض مخصوص شانین لسان علی پر ظاہر ہوں گی۔

چنانچہ ہوئیں جن میں سے فصل قضایا کو خاص اہمیت ہے۔ اُنھی علوم میں سے علوم معرفت اور علوم باطن بھی ہیں جن میں آپ امام ہیں عموماً اہل باطن کے تمام سلاسل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی پر ختم ہوتے ہیں پس علوم معاملہ میں آپ کا کمال تو فصل قضایا سے ثابت ہوتا ہے اور علوم مکاشفہ کا کمال بیان حقائق اور مدار معرفت و طریقت ہونے سے نمایاں ہو رہا ہے۔

بنقل ابن عبدالبر ۱۶ ار رمضان ۴۰ھ کو اشقی القوم ابن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اور کوفہ میں شب کے وقت دفن کئے گئے جس وقت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپکی شہادت کی خبر پہنچی تو حسرت سے فرمایا کہ اب عرب کا جو چاہے کرے آج سے اُس کا روکنے والا کوئی

نہ رہا۔ رضی اللہ عنہ و عنہم و رضوا عنہ۔

# حق گوئی

اما ابوذر فاصدق لہجۃ      فیہم واتقاہم من النیران

حضرت ابوذر غفاری صحابہ میں سب سے بڑے حق گو اور نار جہنم سے نہایت ہی بچنے والے تھے

ابوذر جندب ابن جنادہ بن سفیان بن عبد بن حرام بن غفار رضی اللہ عنہ۔ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلۂ غفار سے تعلق رکھتے ہیں مشہور صحابی ہیں۔ اوّل الاسلام میں چوتھے یا پانچویں مسلم ہیں جو ابتدا عہد میں اسلام لائے ہیں مسلمان ہوکر اپنی قوم میں واپس ہوئے۔ اور پھر مدینہ طیبہ اُس وقت حاضر ہوئے جبکہ جنگِ بدر و احد و خندق ہو چکی تھی۔ پھر وفات نبوی تک مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ حضور نے اُن سے اس پر بیعت لی تھی کہ حق گوئی میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔ اور راست گفتار رہیں گے۔ اگرچہ وہ لوگوں کو تلخ معلوم ہو۔ چنانچہ یہ وصف نمایاں طور پر اُن میں غالب رہا۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر اور تنقید میں شمشیر برہنہ تھے۔ بارگاہِ نبوت سے جو خطاب اصدق لہجۃ (راست گفتار) اُنھیں دیا گیا تھا اُس کا حق ادا فرما دیا۔

خلافتِ صدیقی کے بعد شام چلے گئے۔ اور خلافتِ عثمانی تک وہیں مقیم رہے۔ حق گوئی کی بنا پر ہر ایک سے جھگڑا رہتا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شکایت پر حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ نے انھیں شام سے بلوالیا۔ اور شہر سے باہر ربذہ میں مقیم ہوجانے کا ارشاد فرمایا۔

امام حق کی سمع وطاعۃ کرتے ہوئے شہر سے باہر ویرانہ میں ہی رہ پڑے۔ اور عمر زہد و قناعت کی ساتھ ربذہ ہی میں پوری کر دی۔ وفات کے قریب ان کی بیوی رونے لگیں، فرمایا کیوں روتی ہو۔ عرض کیا اس لئے کہ کوئی کپڑا اتنا بھی نہیں ہے کہ آپ کو

کفن ہی دیدوں۔ فرمایا روؤ نہیں میں نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ہمراہیوں کی ایک بھری جماعت سے خطاب فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تم میں سے ایک شخص ویرانہ میں مرے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی تجہیز و تکفین کرے گی۔ میرے اُن ہمراہیوں میں سے سب بستیوں میں انتقال کر چکے ہیں میرے سوا کوئی باقی نہیں۔ اور میں ہی ویرانہ میں مر رہا ہوں ضرور ہے کہ کوئی جماعت میری کفن دفن کی متکفل ہو۔ تم جاؤ اور راستہ پر کھڑی ہو کر اُس جماعت کا انتظار کرو۔ یقیناً تم وہ سب کچھ دیکھ لوگی جو میں کہہ رہا ہوں۔

چنانچہ وہ راہ پر چشم براہ کھڑی ہوگئیں۔ اچانک ایک مختصر سا قافلہ دور سے نظر پڑا جو سواریاں دوڑاتا ہوا آ رہا تھا۔ قریب پہنچکر اُنھوں نے اِن سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں جنگل میں تنہا کیوں کھڑی ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ ایک مرد مسلمان کا انتقال ہو رہا ہے اور تم اُس کی تجہیز و تکفین کر کے اجر حاصل کروگے۔ انھوں نے پوچھا وہ کون ہیں کہا کہ ابوذر غفاری۔ یہ سب لوگ دوڑ کر حضرت ابوذر کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ تم لوگ خوش ہو کہ تم ہی وہ جماعت ہو جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی اور فرمایا کہ میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے جس میں مجھے کفن دیا جا سکے۔ تم کفن کے لئے ایک کپڑا مہیا کر لو۔ مگر مجھے وہ شخص کفن نہ دے جو کسی قوم کا امیر، یا ذمہ دار ہو یا عریف ہو یا عامل ہو (یہ اس احتیاط اور تقویٰ کی بنا پر فرمایا کہ عموماً اہل مناصب اور اُمرا اپنے فرائض منصبی پوری طرح انجام نہیں دیتے اور اُن کی گردن پر حقوق رہجاتے ہیں۔ اور وہ اپنے وظائف ناحق وصول کر لیتے ہیں۔ اس لئے اُن کا مال مشتبہ ہو جاتا ہے۔ خلاف تقویٰ ہوتا ہے گو کسی صورت میں خلاف فتویٰ نہ ہو) پورے قافلہ میں سے صرف ایک انصاری آگے بڑھے انھوں نے کہا کہ میرے پاس دو کپڑے ہیں جو میری ماں کے کاتے ہوئے سوت سے بُنے ہوئے

ہیں۔ اُن میں سے یہ ایک کپڑا میرے جسم پر ہے۔ فرمایا ہاں بس تم ہی مجھے اس کپڑے میں کفنا دینا۔ ۳۲ھ میں بعہدِ خلافت عثمانی وفات پائی ہے۔ دراز قامت گندم گوں تھے۔ سر اور داڑھی سفید ہو چکے تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

# امانتداری

وابو عبیدۃ فی الامانۃ واحد　　فھو الامین لکل ذی ایمان

اور حضرت ابو عبیدہ امانتداری میں یکتا تھے　　وہ بذاتہ بھی امین تھے اور ہر ایماندار کے حق میں بھی امین تھے

ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ۔ اسلام اور جاہلیت میں نام عامر ہی رہا اور لقب امینُ الاُمۃ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر ایک اُمۃ میں امین ہوئے ہیں میری امت کے امین ابو عبیدہ ابن جراح ہیں۔ وصف امانۃ اُن کی عظمت ایمان کی خبر دیتی ہے۔ کیونکہ امانت درحقیقت ایمان کی زمین ہے۔ نیز قبائل کے امین عظمت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ اُمت کے امین کی عظمت جس کی امانت منصوص ہو کس درجہ باعظمت ہوگی۔ اس لئے حضرت ابو عبیدہ پر امارۃ خلافت کی حیثیت سے بھی نظر پڑی ہے۔

خلافتِ عمری کے دوران میں ۱۸ھ میں بعمر اٹھاون سال وفات پائی اور اردن علاقۂ شام میں مدفون ہوئے ہیں۔ نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اور حضرت معاذ و عمرو بن العاص و ضحاک ابن قیس رضی اللہ عنہم نے قبر میں اُتارا۔ رضی اللہ عنہ وعنہم ورضوا عنہ۔

# شجاعت

این الشجاعۃ من شجاعۃ خالد　　قد کان اشجع نازلی المیدان

کیسی شجاعت حضرت خالد بن الولید کی شجاعت کو کہاں پہنچی ہے وہ میدانوں کو دیڑنے والوں میں سب ہی سے بڑھکر شجاع و بہادر تھے

سیف میقل من سیوف اللہ فی اعناق اہل الشرک والکفران

خدا کی تلواروں میں سے ایک بھاری تلوار تھے۔ مشرکوں اور اہلِ کفر کی گردنوں کے لئے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ اشراف قریش میں سے ہیں۔ دورِ جاہلیت میں بھی بڑے مانے جاتے تھے۔ فتح خیبر کے سات سال بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے ہوتے ہیں۔ ان کی والدہ لبابہ صغری بنت الحارث حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) کی بہن ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ سے قبل اسلام لانے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں جارہا تھا۔ راستہ میں حضرت خالد سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے کہا اے ابو سلیمان کہاں کا ارادہ ہے۔ فرمانے لگے کہ واللہ اسلام لانے جارہا ہوں۔ میں نے کہا واللہ میں بھی اسی نیت سے نکلا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں مل کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرکے واپس ہوئے۔ اور راستہ میں غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے۔ تیسرے امیرِ جیش کی شہادت پر جنگی جھنڈا حضرت خالد نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ جس کی خبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں لوگوں کو دی تھی۔ پھر فتح مکہ میں پھر حنین میں شریک ہوئے۔ شجاعت و بہادری میں حضرت خالد کا خاص پایہ اور ممتاز درجہ رہا ہے۔ اسلام کی بڑی بڑی فتوحات ان کے ہاتھ پر ہوئی ہیں۔ بارگاہِ نبوت سے سیف اللہ کا معزز خطاب حاصل کیا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ ایک منزل پر اُترے اور لوگ گذر رہے تھے۔ آپ ہر گذرنے والے کی نسبت پوچھتے کہ یہ کون ہے۔ اور میں بتلاتا جا

تھا۔ یہانتک کہ خالد بھی گذرے اور آپ نے فرمایا یہ کون۔ میں نے عرض کیا کہ خالد بن الولید فرمایا خدا کا بہترین بندہ۔ اور اُس کی تلواروں میں سے ایک تلوار۔ اہم معرکوں کے لئے زمانۂ نبوی اور بعد کی خلافتوں میں انھیں کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ عہدِ نبوی میں عزیٰ (مشہور بت) کے توڑنے کے لئے انھی کو طائف بھیجا گیا۔

خلافتِ صدیقی میں اہل ردّت کی گوشمالی کے لئے یہی تجویز ہوئے مسیلمہ کذاب مدعیِ نبوت کے معاملہ کے لئے انہی کا انتخاب ہوا۔ دمشق اور شام کی مہم انہی سے سر ہوئی فارس کے میدان اور سنگین قلعے انہی کی تلواروں نے فتح کئے۔ ان مُمتاز فتحیابیوں کی ایک خاص وجہ تھی جس کو حضرت خالد خود ہی فرماتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد کی ایک ٹوپی گم ہو گئی جس کی تلاش میں نہایت سرگردان اور پریشان تھے۔ خود ڈھونڈتے پھر رہے تھے اور لوگوں کو بھی اُس کی تلاش پر مامور کیا۔

آخر کار ٹوپی مل گئی۔ لوگوں نے اس معمولی سی ٹوپی پر اس غیر معمولی پریشانی کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار عمرہ فرمایا اور سر منڈایا۔ لوگ سر مبارک کے بال حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ مجھے سامنے کے کچھ موئے مبارک ہاتھ آگئے جن کو میں نے اس ٹوپی میں سی لیا تھا اور میں آج تک کسی غزوہ میں اس ٹوپی کو پہنکر شریک نہیں ہوا کہ مجھے فتح نہ ہوئی ہو سنہ ۲۱ھ میں مدینہ طیبہ یا شہر حمص میں وفات پائی۔ اور وفات کے وقت حسرت سے فرماتے تھے کہ میں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مواقع قتال کو تلاش کیا اور شریک جہاد ہوا۔ لیکن افسوس کہ آج چارپائی پر پڑ کر مر رہا ہوں۔ رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین۔

## علم تجوید و قراءت

فیهم فاضلی اقرءالقرآن
وسما ابن کعب فی القراءۃ رتبۃ

اور صحابہ میں حضرت ابی ابن کعب کا رتبہ تجوید و قرآءت کے لحاظ سے بہت بلند تھا کہ وہ ہمعصروں میں سب سے بڑے قاری شمار ہوتے۔

حضرت اُبی ابن کعب انصاری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اہلِ بدر میں سے ہیں کنیت ابو المنذر ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انھیں سیّد المسلمین فرمایا کرتے تھے علماء وفقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت مسروق نے انھیں بھی اُن چھ مفتیوں میں سے شمار کیا ہے جن پر فتوی کا مدار تھا فاروق اعظم عموماً حوادث و نوازل اور پیش آمدہ مسائل میں انکی طرف رجوع فرماتے اور اُنھیں حَکَم تسلیم کرتے تھے۔ حضور نے انھیں ارشاد فرمایا تھا کہ اے ابو منذر علم مبارک ہو۔ قرات و تجوید میں آپ کا خاص پایہ تھا۔ اقرأ القوم ان کا لقب تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ مجھے حق تعالیٰ نے امر فرمایا ہے کہ میں تجھ پر قرآن کی قرات کروں۔ کبھی آپ خود ہی اُن سے قرآن سُنانے کی فرمائش فرماتے اور جب یہ پڑھتے تو آپ رونے لگتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ان امراض میں جو ہمیں لگ جاتے ہیں ہماری کوئی منفعت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ یہ گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں۔ حضرت اُبی ابن کعب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگرچہ مرض حقیر اور خفیف ہی ہو فرمایا اگرچہ ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ بلکہ اس سے بھی کم کوئی اذیت پہونچ جائے اس پر حضرت ابی بن کعب نے اپنے لئے دعا کی کہ مجھ سے بخار کبھی جُدا نہ ہو۔ مگر حج و عمرہ اور صلوٰۃ جماعت وغیرہ میں حارج بھی نہ ہو۔ یہ دعا قبول ہوئی اور بخار ہر وقت رہنے لگا۔ بدن پر ہاتھ رکھنے سے دوسروں کو بخار کی گرمی محسوس ہوتی تھی۔ مگر اعمال وطاعات میں کبھی فرق نہیں پڑا۔ ۲۰ھ میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین۔

# علم تفسیر

امّا ابن عباس فواحد عصرہ فی کشفہ لمعارف القرآن

اور حضرت عبداللہ ابن عباس قرآن دانی اور علم تفسیر میں یکتائے زمانہ تھے

حضرت عبداللہ ابن عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور کثیر المناقب صحابی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ علم وفضل کے وفور کے سبب ان کا لقب حبر الاُمّۃ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے سینۂ مبارک سے لگا کر دعا دی تھی کہ اے اللہ اسے حکمت عطا فرما۔ معانیٔ قرآن اور لطائف ونکات کلام ربّانی میں ان کا پایہ نہایت بلند اور امتیازی تھا۔ اغیار بھی اُن کے فضل وکمال کے قائل تھے۔ جب کہ آپ عبداللہ ابن ابی سرح کی ہمراہ افریقیہ کے غزوہ میں شریک ہوئے ہیں تو جرجیر ملک العرب نے ان سے فرمایا تھا کہ اے ابن عباس حبر العرب کہلائے جانے کے تم ہی تنہا مستحق ہو۔ ابو بکرہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس بصرہ تشریف لائے تو ہم نے کمال اور جمال اور علم اور لباس اور حشمت میں اُن سے بڑھکر کسی عربی کو نہیں پایا۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں جب ابن عباس کو دیکھتا تو کہتا کہ یہ اجمل النّاس ہیں اور جب وہ بولتے تو میں کہتا کہ افصح الناس ہیں اور جب حدیث بیان کرتے تو کہتا کہ اعلم الناس ہیں۔ طویل القامت تھے۔ بھاری بدن اور جسیم تھے۔ چمکدار اور سُرخ وسفید چہرہ تھا جس میں ملاحت بھی تھی۔ سر کے بال کانوں کے نیچے رکھتے تھے جس پر مہندی کا خضاب فرماتے تھے۔ ابو حمزہ کہتے ہیں کہ ابن عباس جب بیٹھتے تھے تو دو آدمیوں کی جگہ گھیر لیتے تھے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور اُن کے منہ میں اپنا لُعابِ مبارک ڈالا۔ اور دعا دی تھی کہ اے اللہ ابن عباس کو دین کی سمجھ (تفقّہ) عطا فرما

اور تفسیر قرآن کی قوت عطا کر۔ اس دعا کا ظہور ہوا۔ اور تفسیر قرآن میں یکتائے زمانہ ہوئے۔ اعمش کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ ابن عباس بہترین ترجمان قرآن ہیں۔ بڑے بڑے صحابہ قرآنی مسائل ان سے حل کرتے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بایں جلالت وشان وعلم مسائل قرآنیہ میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ اور دربار خلافت میں انھیں ممتاز جگہ عطا فرماتے تھے۔

مہاجرین نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ آپ ہماری توقیر اور آؤ بھگت اتنی کیوں نہیں کرتے جتنی کہ ابن عباس کی کرتے ہیں۔ (حالانکہ وہ ہم سے متاخر اور عمر میں کم ہیں) فرمایا کہ ابن عباس ایسے نوجوان ہیں کہ عقل سے بھرا ہوا دل رکھتے ہیں۔ اور سوال کنندہ زبان رکھتے ہیں۔ حضرت زید بن ثابت سواری پر سوار ہوئے تو ابن عباس نے رکاب تھام لی۔ حضرت زید نے گھبرا کر فرمایا کہ اے ابن عم رسول اللہ یہ آپ کیا کرتے ہیں۔ ایسا نہ کیجئے۔ فرمایا کہ ہمیں امر کیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء وکبراء کی ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں۔ اس پر حضرت زید نے ابن عباس کے ہاتھ چوم لئے اور فرمایا کہ ہمیں امر کیا گیا ہے کہ ہم اپنے رسول کے اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں۔ اس سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تواضع اور اس کی ساتھ عظمت وجلالت واضح ہوتی ہے۔

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس سے بڑھکر جامع مجلس نیز فقہ اور خشیۃ اللہ سے پر مجلس نہیں دیکھی۔ جامعیۃ مجلس کا یہ عالم تھا کہ ہر طبقے کے اہل کمال جمع ہو کر استفادہ کرتے تھے۔ اصحاب فقہ۔ اصحاب تفسیر۔ علماء۔ شعراء۔ وغیرہم مجلس میں جمع ہوتے اور اپنے اپنے دائرہ میں آپ سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ علمی تبحر کی وجہ سے ابن عباس کا لقب بحر پڑ گیا تھا۔ اعمش کہتے ہیں کہ ابن عباس نے موسم حج میں اس طرح تقریر فرمائی کہ آیات قرآنیہ

تلاوت فرماتے جاتے اور ساتھ ساتھ اُن کی جامع تفسیر فرماتے جاتے تھے۔ میں دل میں کہہ رہا تھا کہ کاش یہ تقریر اہلِ روم و فارس سُنتے تو یقیناً سب کے سب ایمان لے آتے ۶۵ھ میں بمقام طائف ۷۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی وفات پر کہا گیا تھا کہ آج اُمۃ کا ربانی اُٹھ گیا۔ جب جنازہ تیار ہوچکا تو سب کے سامنے ایک بہت بڑا سفید پرندہ کفن میں گھسا اور سما گیا پھر نہ نکلا نہ اُس کا پتہ چلا۔ دفن کے وقت ایک غیبی آواز سنی گئی کہ یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین

# علمِ فرائض

حاز الفرائض علمہا متفرداً ۔ زید بن ثابت الکریم الشان

علم فرائض کو یکتائی کی ساتھ حضرت زید بن ثابت نے جمع کیا جو کہ کرامت کی شان رکھتے تھے

حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ علماء و فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ یہ اُنہی چھ صحابہ میں سے ہیں جن کے فتویٰ پر اُمتہ کے سر جھک گئے تھے۔ کاتبِ وحی ہیں۔ رزم و بزم دونوں کے جامع ہیں۔ غزوات میں حضرت نبوی کے ساتھ جانبازی میں پیش پیش رہتے تھے۔ اور ہر علمی مجلس کی رونق اور روشنی تھے۔ ثابت ابن عبید کہتے ہیں کہ میں نے زید بن ثابت سے زیادہ خانگی زندگی میں پُر مذاق اور ظریف اور مجلسی زندگی میں باوقار اور متین کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ جنگِ یرموک میں تقسیم غنائم پر انھیں کو امیر مقرر کیا گیا تھا۔ غزوہ خندق میں جھنڈا انھی کے ہاتھ میں تھا۔ تیز طبع اور ذہین و ذکی بلا کے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی قوم کو نامۂ مبارک لکھا جس کی زبان سریانی تھی۔ اور عربی سے نابلد تھی۔ حضور نے زید ابن ثابت سے یہ خطرہ ظاہر فرمایا کہ یہ قوم ناقابل اطمینان ہے

کہیں میری تحریر میں کچھ گھٹا بڑھا دے یا کچھ کا کچھ کر دے۔ حضرت زید نے اشارہ پاتے ہی فوراً سریانی زبان سیکھنی شروع کر دی اور ۱۷ دن میں تکمیل کر کے سریانی کے ماہر ہو گئے۔ بڑے بڑے صحابہ ان کے فضل و کمال اور علم کی وجہ سے ان کی عظمت کرتے تھے ایک دفعہ گھوڑے پر سوار ہو رہے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بڑھکر رکاب تھام لی۔ گھبرا کر فرمایا اے ابن عم رسول اللہ ہٹ جائیے۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اپنے علماء و کبراء کی ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا وصف مخصوص علم اور خصوصاً علم فرائض کی مہارت ہے جسکی شہادت میں بارگاہ نبوۃ کا ارشاد ہے افرضھم زید بن ثابت (سب سے زیادہ فرائض کے ماہر زید بن ثابت ہیں)۔

قبیصہ فرماتے ہیں کہ زید بن ثابت مدینہ میں قضاء اور فتوی اور قرات میں امام اور رأس رئیس کہے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دورِ خلافت میں جب کبھی سفر فرماتے تو حضرت زید بن ثابت کو سریر خلافت پر اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر جاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُمتہ محمدیہ کے محفوظین (اولیاء) حضرت زید کو راسخین فی العلم میں سے جانتے تھے۔ ۴۲ھ میں وفات پائی ہے۔ اُن کی وفات پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج خیرِ اُمتہ دنیا سے اُٹھ گیا۔ اور شاید اُن کی قائم مقامی ابن عباس فرماسکیں۔ اُن کی وفات پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مرثیہ لکھا ہے جس کا ایک شعر یہ بھی تھا۔ ؎

فمن للقوافی بعد حسان وابنہ ۔۔۔ ومن للمعانی بعد زید بن ثابت

رضی اللہ عنہ وعنھم اجمعین ورضوا عنہ

# علم الوعظ

حَسَنُ بِبَصرۃ قَدْ اقامَ مُذَکِّرًا ۔۔۔ فَغَدا فَرِیْدًا مَالَہٗ مِنْ ثَانِ

حسن بصری بصرہ میں تذکیر و وعظ کیلئے جو کھڑے ہوئے تو اس فن وعظ و پند و تذکیر میں ایسے یکتا نکلے کہ کوئی اُن کا ثانی نہ ہوا۔

ابوسعید حسن بصری رضی اللہ عنہ اجلّہ تابعین میں سے ہیں۔ زہد و ورع اور علم و عبادۃ میں یگانۂ روزگار ہوئے ہیں۔ ان کے والد حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ جو عراق کے ایک ناحیہ میسان کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئے تھے۔ اور اُن کی والدہ اُمّ المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی منتخب باندی تھیں۔ جب کبھی ان کی والدہ کسی کام کو چلی جاتیں اور یہ روتے تو امّ المومنین اپنی چھاتی ان کے منہ میں دیدیتی تھیں اور اس سے دودھ آنے لگتا تھا یہ پیکر چپ ہو جاتے۔ علماء لکھتے ہیں کہ ان کی یہ غیر معمولی فصاحت و بلاغت اور حسنِ تذکیر اسی دودھ کی برکت سے تھی۔

خلافت عمری کے آخری دو سال میں ان کی پیدائش مدینہ طیبہ میں ہوئی ہے۔ اور والدین کی غلامی ہی کی حالت میں ہوئی۔ خدا نے غلاموں کے زمرہ میں احرارِ علم کا مولیٰ پیدا فرمایا۔ حسن و جمال اور بدن کے طول و عرض میں بھی فردِ تھے۔ اصمعی فرماتے ہیں کہ میں نے اتنی چوڑی کلائی کسی کی نہیں دیکھی جتنی حضرت حسن کی تھی۔ اُس کا چوڑان تقریبًا ایک بالشت تھا۔ ان کے منتخب اوصافِ حمیدہ میں سے مخصوص وصف تذکیر و موعظت ہے جن کی فصاحت و بلاغت ضرب المثل ہو گئی تھی۔ ابوعمرو بن العلاء کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری اور حجاج بن یوسف سے زیادہ افصح انسان نہیں دیکھا۔ کہا گیا کہ ان میں کون زیادہ بلیغ تھا۔ تو فرمایا کہ حسن بصری۔ اُن کا کلام نہایت شیریں بلیغ اور دلپذیر ہوتا تھا۔ عمومًا حکمت کے کلمات بولتے تھے۔ جو جوامع الکلم کے مشابہ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ عمر بن ہبیرۂ فزاری نے (جو یزید بن عبدالملک کی طرف سے والیٔ عراق و خراسان

تھا حسن بصری - ابن سیرین - اور شعبی کو بلایا اور یزید کی اطاعت و تسلیم خلافت کا ان کو امر کیا - ابن سیرین اور شعبی نے تو کچھ ذو معنی الفاظ فرما کر جان چھڑالی - آخر میں والی نے حضرت حسن سے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں تو فرمایا :-

| | |
|---|---|
| یا ابن ھبیرۃ خف اللہ فی یزید ولا تخف یزید فی اللہ ان اللہ یمنعک من یزید وان یزید لا یمنعک من اللہ الخ | اے ابن ہبیرہ اللہ سے ڈر یزید کے بارہ میں اور یزید سے مت ڈر اللہ کے بارہ میں - اللہ تجھے یزید سے تو روکتا ہے اور یزید تجھے خدا سے نہیں روکتا - |

ایک دفعہ فرمایا :-

| | |
|---|---|
| ما رأیت یقینا لا شک فیہ اشبہ بشک لا یقین فیہ الا الموت | میں نے نہیں دیکھا ایسا یقین کہ جس میں شک کا نشان نہ ہو مشابہ ایسے شک کے کہ جس میں یقین کا نام نہ ہو سوائے موت کے - |

اس بلاغت کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی - رجب ۱۱۰ھ بصرہ میں وفات ہوئی ہے - حمید طویل کہتے ہیں کہ شب جمعہ میں وصال ہوا - بعد صلوٰۃ جمعہ نماز جنازہ ہوئی شہر بصرہ کا کوئی بچہ بڑا شہر میں باقی نہ رہا کہ شریک جنازہ نہ تھا حتکہ نشأۃ اسلام سے لے کر آج تک کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ شہر کی جامع مسجد میں عصر کی نماز نہ ہوئی - کیونکہ شہر خالی تھا -

رضی اللہ عنہ وارضاہ (من اخبار ابن خلکان)

# القصص و التاریخ

وفرید ھم قصصا ھو ابن مُنَبِّہٍ فی القصص وھو العالم الربانی

قصص و تاریخ قدیم میں وہب بن منبہ یکتائے روزگار اور ایک عالم ربانی تھے

وہب ابن منبہ یمانی - ان کا لقب صاحب الاخبار و القصص ہے - اگلوں کے واقعات قیام دنیا کی تاریخ احوال انبیاء علیہم السلام اور سیر ملوک کی معرفت میں ان کو ید طولےٰ حاصل تھا - فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حق تعالیٰ کی نازل کردہ بہتر ۷۲ کتابیں پڑھی ہیں -

بوھریرہ رضی اللہ عنہ کے تلمیذ ہیں یہ ابناء میں سے شمار کئے جاتے تھے۔ ابناء ان فارسیوں کا لقب تھا جن کو بادشاہِ یمن سیف ابن ذی یزن حمیری کی درخواست پر کسریٰ انوشیرواں نے بطور کمک حبشیوں کی مقاومت کے لئے یمن بھیجا تھا۔ وہ لوگ وہیں آباد ہو گئے۔ اُنھوں نے یمنیوں سے مناکحت کے تعلقات قائم کر لئے اور بالآخر یمن کی سلطنت اُنہی کے قبضہ میں آگئی۔ جب اسلام آیا اور اُس کی دعوت پہنچی تو یہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

پس ان فارسی الآباء اور یمنی الامہات کو ابناء کہا جاتا ہے۔ اُنھی میں سے وہب بن منبہ بھی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں۔ محرم سنہ۱۱۴ھ صنعاء (یمن) میں نوّے سال کی عمر میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ۔

# تعبیر رؤیا

امّا ابنُ سیرین فاعبر عصرہٖ      فالقول منہ فیہ ذو اتقانٖ

ابن سیرین اپنے زمانہ کے سب سے بڑے معبّر تھے۔ پس تعبیر خواب کے بارے میں اُن کا قول نہایت ہی پکا قول ہے

ابن سیرین بصری۔ ان کے والد حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ میسان سے پکڑے ہوئے آئے تھے۔ ان کی والدہ صفیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں۔ ابن سیرین فقہاء بصرہ میں سے تھے۔ بزازی کا کام کرتے تھے۔ تعبیر رؤیا میں مشہور تھے۔ ہاتھ کے ہاتھ ان کی تعبیر واقعات کی صورت میں ظاہر ہو جاتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے۔ قرضہ کے سبب جیل بھیجے گئے۔ حضرت انسؓ کی وفات ہوئی۔ اور اُنھوں نے وصیت فرمائی کہ ابن سیرین نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ حاکم سے اجازت دلا کر ان کو بلوایا گیا۔ آئے اور نماز پڑھا کر بغیر گھر گئے ہوئے جیل ہی کو لوٹ گئے۔ ان کے شیوخ حضرت ابوہریرہؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن الزبیر۔ انس بن مالک وغیرہ اجلّہ صحابہ ہیں۔ اور خالد الحذاء ایوب سختیانی وغیرہ ائمہ دین ان کے تلامذہ ہیں۔ جب وفات ہوئی تو ۳۰

بیٹے ایک بیوی سے اور گیارہ بیٹیاں چھوڑیں۔ اور تیس ہزار درہم قرضہ چھوڑا جو اُن کے بیٹے عبداللہ نے ادا کیا۔ اور جب عبداللہ کی وفات ہوئی تو تین لاکھ درہم کی مالیت کا ترکہ انھوں نے چھوڑا۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

# علم التصوف

وجنید القطب الزمان امامھم　　علمُ التصوف کامل العرفان

اور حضرت جنید صوفی تصوف میں رأس رئیس اور معرفت کے اُستاد گذرے ہیں

حضرت جنید رضی اللہ عنہ مشہور صوفی اور زاہد ہیں۔ ان کے آباء واجداد نہاوند کے رہنے والے ہیں۔ مگر خود ان کا مولد ومنشا عراق ہے۔ شیخ وقت اور فرید عصر ہوئے ہیں۔ حقائق ومعارف ان کے مشہور ہیں ایک واسطہ (ابو ثور) سے امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔ اس لئے فقیہ بھی زبردست تھے۔ اپنے ماموں حضرت سری سقطی رحمہ اللہ اور حارث محاسبی جیسے اجلّہ مشائخ کی خدمت میں وقت گذارا ہے۔ ابو العباس ابن سُریج مشہور شافعی فقیہ حضرت جنید کی خدمت میں رہے ہیں۔ جب اصول وفروع دین میں کلام کرتے تھے تو حاضرین کو حیرت میں ڈالدیتے تھے۔ اور پھر خود ہی کہتے کہ تم جانتے ہو کہ میری یہ حقائق بیانی کہاں سے ہے۔ یہ سب پرتوہ ہے میرے شیخ جنید کی صحبت کا۔ حضرت جنید کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ تسبیح لئے ہوئے ہیں تو عرض کیا کہ باوجود اس جلالت قدر کے پھر بھی آپ تسبیح نہیں چھوڑتے۔ فرمایا یہی تو راستہ تھا جس کے ذریعہ میں اپنے رب تک پہنچا۔ میں اسے کیسے چھوڑ دوں۔ وعظ نہیں فرماتے تھے ان کے ماموں حضرت سری سقطی نے وعظ کے لئے فرمایا مگر نہ مانے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ کا حکم فرمائے ہیں تو صبح ہونے سے پیشتر ہی ماموں کے دروازہ پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماموں نے آواز سنتے ہی کہا کہ آخر ہماری بات کو سچا نہ جانا جب تک کہ کہلوا نہ لیا۔ فرماتے

ہیں کہ مجھے کسی چیز سے اتنا نفع نہ دیا جتنا کہ چند اشعار نے جو ایک لڑکی گا رہی تھی اور وہ یہ ہیں

اذا قلتُ اهدی الهجر لی حلل البلے — تقولین لولا الهجر لم یطب الحب

وان قلت هذا القلب احرقه الهوی — تقولی بنیران الهوی شرف القلب

وان قلت ما اذنبت قالت مجیبةً — حیاتک ذنب لا یقاس به ذنب

۱۹۸ھ میں شنبہ کے دن اور بعض روایتوں میں جمعہ کے دن آخری ساعات میں وفات پائی۔ اور وفات کے وقت پورا قرآن ختم کیا ہے۔ اور دوسرا شروع کیا اور بقرہ کی ستر آیتوں پر پہنچکر وفات ہو گئی۔ بغداد میں مقبرہ شونیزیہ میں اپنے ماموں سری سقطی کے پاس دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

# علم المعرفہ

وفضیل ابن عیاض ان السری التقی — قد کان اعبد عابدی الرحمٰن

اور فضیل ابن عیاض جو مشہور اہل خیر اور متقی ہیں — اللہ رحمٰن کی عبادت گذاروں میں سب سے بڑے عابد گزرے ہیں

ابو علی فضیل ابن عیاض مشہور عابد و زاہد ولی ہیں۔ شجرہ چشتیہ کے انتہائی افراد میں سے ہیں۔ عبادت و زہد میں شہرۂ آفاق ہوئے ہیں۔ اپنے اوائل دور میں زبردست ڈاکو تھے۔ ان کی ڈاکہ زنی سے سرخس اور بیورد کی درمیانی راہیں مسدود ہو گئی تھیں۔ اتفاقاً ایک لڑکی پر عاشق ہو گئے۔ کسی شب میں اس لڑکی کے مکان کی دیوار پر چڑھ رہے تھے کہ کسی قاری کی آواز کان میں پڑی جو یہ آیت تلاوت کر رہا تھا۔

| | |
|---|---|
| الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم | کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل خدا |
| لذکر اللّٰہ وما نزل من الحق | کی نصیحت اور نازل شدہ دین حق کے سامنے جھک جائیں۔ |

یہ صدا سنتے ہی چلا اٹھے کہ بلٰی یا رب قد اٰن (ہاں اے میرے پروردگار وہ وقت آگیا) اُس مکان سے لوٹے اور رات ایک ویرانے میں بسر کی جہاں چند مسافر

اور تھے بعض کہتے تھے کہ چلو بعض کہتے تھے کہ کیسے چلیں فضیل ڈاکو لوٹ لیگا۔ تو حضرت فضیل ابن عیاض نے اپنی توبہ کا اُن سے اظہار کیا اور پھر کبار عبّاد و زہّاد میں سے ہوئے۔

ایک دفعہ ہارون رشید نے کہا کہ اے فضیل تو کیسا بڑا زاہد ہے۔ فرمایا کہ اے ہارون تو زاہدوں سے بڑھ کر کتنا بڑا زاہد ہے کہ میں نے تو زہد فی الدنیا ہی اختیار کیا تھا اور تو نے زُہد فی الآخرۃ اختیار کر لیا۔ ابو علی رازی کہتے ہیں کہ میں تیس برس فضیل کی صحبت میں رہا میں نے کبھی اُن کو ہنستے یا تبسم کرتے ہوئے نہیں دیکھا الا یہ کہ جس دن اُن کے بیٹے کا انتقال ہوا تو ہنس رہے تھے۔ میں نے کہا یہ کیا؟ فرمایا کہ خدا نے یہ چیز پسند کی میں نے بھی اُسے پسند کیا۔ حالانکہ یہ بیٹا جوان صالح اور کبار اہل اللہ میں سے تھا

عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ جب فضیل دنیا سے اُٹھے حزن دآخرۃ بھی اُسی دن اُٹھ گیا۔ حضرت فضیل فرمایا کرتے تھے جب حق تعالیٰ کسی سے محبت فرماتے ہیں تو اُس کا غم بڑھ جاتا ہے اور جب کسی سے بغض فرماتے ہیں تو دنیاوی نعمتوں کا دروازہ اُس پر کھول دیتے ہیں۔ سمرقند یا ابیورد میں پیدا ہوئے کوفہ میں حدیث سُنی پھر مکہ مکرمہ میں چلے گئے۔ اور بیت اللہ کے مجاور ہو گئے۔ یہانتک کہ محرم ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔

رحمہ اللہ تعالےٰ۔

# علم القراءۃ

هذا ارئ نفعهم وافرهم لهم　　هو نافع بقراءة القرآن

لوگوں کے لئے نافع اور اُن میں قراءۃ قرآن کو بہترین طریقہ پر ادا کرنیوالے امام نافع مدنی ہیں۔

ابو رویم نافع ابن عبد الرحمٰن مدنی قرا سبعہ میں سے ہیں۔ اہلِ مدینہ کے امام تھے۔ اور فن قراۃ میں قدوہ ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد طبقہ ثالثہ میں ان کا شمار ہے۔ ابو نعیم نے تاریخ اصبہان میں انہیں اصبہانی الاصل بتلایا ہے۔ رنگ نہایت سیاہ تھا۔

ابی میمونہ مولیٰ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کی قرأۃ کے دو مشہور راوی ورش اور قالون ہیں۔ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ قرأۃ میں ان کے شاگرد تھے ۱۶۹ھ میں بمقام مدینہ طیبہ وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

# علم تاویل القرآن

| | |
|---|---|
| ومقاتل قد سابق التأویل ای | تاویل اهل الحق والایمان |
| اور مقاتل ابن سلیمان تفسیر قرآن میں بہت آگے ہیں | یعنی اہل حق کی تفسیر تاویل میں نہ کہ اہل باطل کی تاویل میں |
| فمداره تاویل اهل العلم لا | تاویل اهل الجهل والخذلان |
| ان کی تفسیر کا مدار اہل علم کی تاویل و تفسیر پر ہے | نہ کہ اہل جہالت اور ذلت کی تاویلات اور تفسیر پر |

مقاتل ابن سلیمان بلخی الاصل ہیں۔ پھر بصرہ میں منتقل ہوئے ہیں۔ اور پھر بغداد میں علم حدیث میں مشغول ہوئے تفسیر قرآن میں ان کا شہرہ تھا۔ ان کی ایک مشہور تفسیر بھی ہے مجاہد۔ عطا ابن ابی رباح ابو اسحاق سبیعی ضحاک ابن مزاحم اور محمد بن مسلم زہری انکے شیوخ میں سے ہیں۔ علماء اجلاء میں سے ہیں۔ زبردست مفسر ہیں۔ حتیٰ کہ امام شافعی رحمہ اللہ لوگوں کو تفسیر میں ان کی عیال فرماتے ہیں حاضر جواب بہت تھے۔ ابو جعفر خلیفہ منصور ایک دفعہ اپنے قصر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس پر ایک مکھی آکر بیٹھ گئی۔ اس نے اڑا دیا۔ پھر آکر بیٹھ گئی۔ پھر اڑا دیا۔ وہ چمٹ ہی گئی منصور کو بہت ہی گھٹن ہوئی۔ کہا دیکھو کوئی باہر ہے۔ عرض کیا گیا کہ مقاتل ابن سلیمان ہیں۔ حکم دیا کہ بلا لو۔ جب مقاتل آگئے تو منصور نے کہا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مکھیاں کیوں پیدا فرمائی ہیں۔ کہا ہاں اس لئے کہ مکھیوں کے ذریعہ متکبروں کو ذلیل کرے۔ منصور چپ رہ گیا اور پھر نہ بولا۔ اسی حاضر جوابی کے زعم میں کبھی کبھی اس شیخ کو مجمعوں میں ساکت بھی ہونا پڑا ہے۔

ایک دفعہ دعوے کیا کہ عرش سے نیچے نیچے کے متعلق جو چاہو مجھ سے پوچھو۔ ایک

شخص نے کہا کہ جب آدم علیہ السّلام نے حج کیا تھا تو اُن کا سر کس نے مونڈا ہوگا۔ سکوت کے بعد فرمایا کہ خیر یہ سوال تو تمہارے درجہ کا نہ تھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے مجھے مبتلا فرمادیا تاکہ میرا عُجب ٹوٹ جائے۔ ایسے ہی سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اور ایسا ہی دعویٰ کیا کہ عرش سے نیچے نیچے کی بات جو چاہے مجھ سے پوچھے۔ ایک شخص نے کہا کہ چیونٹی کا معدہ آگے ہوتا ہے یا پیچھے۔ مقاتل چپ رہ گئے۔ اور کچھ جواب نہ دے سکے سفیان کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اُن کے ادعا کی سزا دی محدثین ان کے قائل نہیں۔ درجۂ روایت سے ساقط مانتے ہیں ۱۵۰ھ میں بصرہ میں وفات ہوئی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

## علم القصص

وتفرد الکلبیؒ فی قصص القرآن فکان یرویہ علی الاتقان۔

اور کلبی قصص قرآن کی روایت میں یکتا گذرے ہیں قصص کو نہایت ہی پکی روایتوں میں لاتے تھے

ابو نصر محمد بن السائب الکلبی قصص قرآن۔ عام تفسیر اور علم نسب میں امام گذرے ہیں۔ سفیان ثوری اور محمد بن اسحاق ان کے تلمیذ ہیں۔ حدثنا ابو النصر سے مراد ان کے نزدیک کلبی ہی ہوتے ہیں۔ نسب کے متعلق ان کی معلومات نہایت ہی وسیع تھیں۔ خود ہی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کوفہ میں ضرار بن عطارد کے پاس چلا گیا دیکھا کہ اُن کے پاس ایک شخص بیٹھا ہے جس کو میں بجز اس کے اور کیا کہوں کہ گویا ایک لانبا چولہا ہے کہ بل کھا رہا ہے (اور وہ فرزدق مشہور شاعر تھا جس کو میں نہ جانتا تھا) ضرار نے مجھے آنکھ کے اشارہ سے کہا کہ اس سے (فرزدق سے) اس کا نام و نسب پوچھ۔ میں نے کہا آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُس نے (فرزدق نے) کہا کہ آپ ہی بتلایئے آپ بڑے نساب مشہور ہیں۔ میں بنی تمیم کا ایک شخص ہوں۔ میں نے بنی تمیم کا نسب نامہ پڑھنا

شروع کیا جب میں پڑھتے پڑھتے غالب کے نام پر پہنچا جو فرزدق کے باپ کا نام تھا اور
پھر میں نے کہا کہ غالب سے ایک بیٹا ہوا جس کا نام ہمام تھا (یہ فرزدق کا نام تھا) تو فرزدق
ایک دم سیدھا ہو بیٹھا اور کہا خدا کی قسم میرے والدین نے میرا نام ہمام نہیں رکھا نہ کوئی
ساعت دن کی ایسی آئی کہ میرا یہ نام ہو۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو اُس دن کو بھی
جانتا ہوں جس میں تیرا نام فرزدق رکھا گیا ہے اُس نے کہا وہ کونسا دن ہے۔ میں نے کہا
کہ جس دن تیرے باپ نے تجھے ایک کام کے لئے بھیجا تھا اور تیرے دوش پر ایک لمبی
آستینوں کا جبہ تھا۔ اُس بے ہیئت جبہ کو دیکھ کر تیرے باپ نے کہا تھا۔ کانک فرزدق
دھقان قریۃ قد سماھا بالجبل۔ فرزدق نے کہا واللہ سچ کہتے ہو۔ محمد کلبی کی وفات
۱۴۶ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

## علم الفقہ

والفقہ فیہ ابوحنیفۃ فردھم فی جودۃ الرای البدیع الشان

اور فقہ تو بس قیاس اور درایۃ کی خوبی اور اپنی شان کی ندرۃ میں بس ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی یکتا فقیہ ہیں
مشہور اور جلیل القدر امام ہیں۔ آج دنیا میں کروڑوں نفوس ان کے فقہ پر چل رہے
ہیں۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ علم۔ عمل۔ زہد۔ ورع۔ تقویٰ۔ خشوع۔ خشیۃ اور تضرع
وزاری میں یکتا ہوئے ہیں۔ یزید بن الکمیت کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ خوف و خشیۃ الٰہی
میں حظ وافر رکھتے تھے۔ ایک دفعہ عشا کی نماز میں علی بن حسین نے اِذَا زُلْزِلَتْ پڑھی امام صاحب
بھی پیچھے نماز میں تھے۔ جب نماز ہو چکی تو میں نے دیکھا کہ امام ابو حنیفہ مضطرب و پریشان ہیں اور
سانس اُکھڑا ہوا۔ میں چلا گیا۔ جب میں صبح کو آیا تو مسجد میں اُسی حالت میں امام صاحب کو
دیکھا اور یہ دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہیں اور اپنی داڑھی پکڑ رکھی ہے اور کہہ رہے ہیں کہ
اے ذرہ برابر خیر کا بدلہ خیر سے دینے والے اور اے ذرہ برابر شر کا بدلہ شر سے دینے والے

اپنے بندے نعمان کو جہنم سے بچائے اور جہنم تک پہنچانے والے اعمال سے اپنی پناہ میں رکھ اسد بن عمرو کہتے ہیں کہ امام نے چالیس برس صبح کی نماز عشا کی وضو سے پڑھی۔ تمام رات ایک رکعت میں پورا قرآن ختم فرماتے اور اتنا روتے اور بلبلاتے تھے کہ اُن کے رونے کی آواز پر پڑوسیوں کو رحم آتا تھا۔ جس موضع میں وفات ہوئی ہے اُس میں ستر ہزار قرآن ختم فرمائے ہیں۔ آخر عمر میں کامل تیس برس روزہ سے گذارے۔ حسین وجمیل اور وسیط القامت تھے۔ کلام نہایت دلپذیر۔ آواز نہایت سُریلی۔ اور مجلس نہایت پاکیزہ اور جاذبِ توجہ تھی۔ خزانہ تھے۔ ریشمین کپڑوں کی تجارت پر گذر اوقات فرماتے تھے۔ فقہ اور درایت و قیاس میں امتِ اسلامی میں ان کا خاص پایہ ہے۔ اور بے نظیر شان رکھتے ہیں یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک قراءت تو حمزہ کی ہے اور فقہ ابوحنیفہ کا ہے اور اسی پر میں نے لوگوں کو پایا ہے۔ حرملہ ابن یحییٰ امام شافعی کا مقولہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تمام انسان پانچ لوگوں کی عیال ہیں پانچ چیزوں میں۔ جس نے فقہ میں تبحر پیدا کیا وہ تو ابوحنیفہ کے عیال میں ہے۔ کیونکہ ابوحنیفہ کو فقہ کی توفیق دی گئی تھی۔ اور جس نے شعر میں تبحر پیدا کیا وہ زہیر بن ابی سلمیٰ کے عیال میں سے ہے۔ اور جو مغازی میں بحر بننا چاہے وہ محمد بن اسحاق کے عیال میں سے ہے اور جو نحو میں متبحر بنا وہ کسائی کے عیال میں داخل ہے۔ اور جو تفسیر میں بحر بنے وہ مقاتل بن سلیمان کے عیال میں ہے (نقلہ الخطیب فی تاریخہ) گویا یہ پانچ انسان کو رہ پانچ فنوں میں بمنزلہ باپ کے ہیں۔ اور سارے انسان اُن فنون میں اُن کی اولاد ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ کشف المحجوب میں ہے کہ امام یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو کہاں ڈھونڈوں؟ فرمایا کہ ابوحنیفہ کے علم میں مجھے تلاش کرو۔ جعفر بن ربیع کہتے ہیں کہ میں پانچ برس امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر رہا۔ میں نے اتنا کم گو اور کثیر السکوت کسی کو نہیں پایا۔ ہاں جب فقہ کا کوئی سوال کیا جاتا تو امام صاحب کھل پڑتے اور سیل وادی کی طرح بہہ پڑتے۔ رجب ۱۵۰ھ

میں بغداد میں وفات ہوئی ہے۔ اور ۴۵۹ھ میں اُن کے مزار پر پادشاہ الپ ارسلان کے زمانہ میں ابو سعد محمد بن منصور نے قبہ بنوایا اور اُس کے نزدیک ایک عظیم الشان مدرسہ بنایا جس میں فقہ حنفی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ جب یہ عمارات بن چکیں اور اپنے اعیان کے جلو میں بانی موصوف معائنہ کے لئے آیا تو ابو جعفر مسعود شاعر جو بیاضی کے نام سے مشہور تھا سامنے آیا اور اُس نے یہ قطعہ پڑھا۔

الم تر ان العلم کان مبدداً     فجمعہ ھذا المغیب فی اللحد

کذلک کانت ھذہ الارض میتۃ     فانشرھا فعل العمید ابی سعد

## معرفۃ الحدیث

والشافعیؒ من الائمۃ کان فی     فقہ الحدیث مسلم الاقران

ائمہ کرام میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ حدیث کا احوال وکیفیات سمجھنے کے علم میں یکتائے روزگار تسلیم کئے جا چکے ہیں۔

امام جلیل اور حبر نبیل ہیں۔ کثیر المناقب اور فرید عصر ہوئے ہیں۔ علماء نے ان کی ثقہ و عدالت اور نزاہت و امانت زہد و ورع۔ حسن سیرت۔ علو قدر اور عفت نفس پر اتفاق کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے خطاب فرمایا کہ بیٹا امام شافعیؒ ایسے ہیں جیسے عالم کے لئے آفتاب اور بدن کے لئے عافیت۔ پس بتلاؤ کہ ان دو چیزوں کی کیا نظیر ہے اور کونسی چیز ان کا بدل ہو سکتی ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی ان کی سب سے زیادہ تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ علم حدیث اور اس کے متعلقات نیز تفقہ میں ان کا عظیم پایہ ہے۔

کتاب اللہ۔ سنۃ رسول اللہ۔ کلام صحابہ۔ آثار سلف اور اختلاف اقاویل علماء۔ پھر معرفت کلام عرب۔ لغۃ و عربیۃ اور شعر وغیرہ میں علم عمیق حق تعالیٰ نے ارزانی فرمایا تھا امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں حدیث کے ناسخ و منسوخ کو ہرگز نہ پہچان سکتا۔ اگر امام شافعی کی مجلس میں نہ بیٹھتا۔ پندرہ سال کی عمر میں اس درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ لوگ آپ سے استفادہ

کرنے لگے۔ اُصول فقہ کی بنیاد فن کی شکل میں سب سے پہلے امام شافعیؒ نے رکھی۔ کثرت سے یہ دعا کرتے تھے اللّٰھمّ یا لطیف اسئلک اللطف فیما جرت بہ المقادیر۔ تواضع اور خاکساری کا یہ عالم تھا کہ خود اپنا ہی یہ شعر پیش نظر رہتا تھا:۔

کلما ادبنی الدھر ارانی نقص عقلی ۔۔۔ واذا ما ازددت علماً زادنی علماً بجہلی

مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ اور اُن کے فضائل شمار سے زیادہ ہیں۔ ۱۵۰ھ میں شہر غزہ میں پیدا ہوئے۔ دو سال کی عمر میں مکہ مکرمہ لائے گئے۔ وہیں سن شعور کو پہنچکر قرآن کریم پڑھا اور پھر تحصیلِ علم کے لئے امام مالک بن انس کی طرف مدینہ کا سفر فرمایا۔ موطا حفظ سُنایا اور امام مالک سے یہ بشارت حاصل کی کہ اگر کوئی فلاح کو پہنچنے والا ہے تو یہ لڑکا ہے۔ ۱۹۵ھ میں بغداد تشریف لائے۔ دو سال ٹھیر کر پھر مکہ مکرمہ واپس ہوئے۔ پھر ۱۹۸ھ میں بغداد واپس ہوئے۔ ایک ماہ ٹھیر کر پھر ۱۹۹ھ میں مصر پہنچے اور یہیں مقیم ہوگئے۔ یہانتک کہ رجب کے آخری جمعہ ۲۰۴ھ میں بعمر ۵۸ سال انتقال فرمایا اور اُسی دن بعد العصر قرافۃ الصغری (مقبرہ) میں دفن ہوئے۔ مقطع کے قریب مزار ہے۔ آج تک زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

ہلال ابن شعبان فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو بعد وفات خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ اے ابو عبد اللہ حق تعالیٰ نے آپ کی ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ نے ایک سونے کی کرسی پر بٹھلایا اور مجھ پر موتی نچھاور کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ واسکنہ الفردوس فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر آمین۔

## علم حدیث

مَن کان اعلم دھرہ ھو مالک ۔۔۔ نشر العلوم بسائر البلدان

اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم امام مالکؒ تھے۔ جنہوں نے تمام بلاد اسلامیہ میں علوم کو پھیلایا

مالک ابن انس امام دار الہجرۃ ائمہ اعلام میں سے ہیں ۹۵ھ میں تین برس ماں کے پیٹ میں رہ کر پیدا ہوئے۔ سنِ شعور کو پہنچکر اجلہ تابعین سے علم حاصل کیا۔ ربیعہ اور نافع مولیٰ ابن عمر کے خاص تلمیذ ہیں۔ اور امام اوزاعی یحییٰ ابن سعید جیسے علماء ان کے تلامذہ ہیں۔ خود امام مالک نے اپنی ایک خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ جس جس سے میں نے علم حاصل کیا اُن میں سے کوئی ایسا نہیں رہا کہ اُس نے پھر مجھ سے فتوے نہ لئے ہوں۔ اور مجھ سے علم حاصل نہ کیا ہو سبحان اللہ و ذٰلک فضل اللہ۔ ابن وہب فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں یہ منادی سُنی ہے کہ مدینہ میں مالک ابن انس اور ابن ابی ذئب کے سوا کوئی فتوے نہ دیا کرے۔ امام ہمام علم کی تعظیم و ادب میں بھی فرد ہوئے ہیں۔ جب حدیث کا بیان کرنے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرماتے۔ پھر مسند کے صدر پر بیٹھتے۔ داڑھی میں کنگھی کرتے اور پھر نہایت ہی وقار و ہیبت اور سکون و تمکین کی ساتھ حدیث رسول بیان فرماتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہر دفعہ ایسا تعب کیوں برداشت فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہوں اور بلا طہارۃ احادیث بیان کرنا مجھے ناگوار ہے۔ راستہ چلتے ہوئے یا کہیں کھڑے ہوئے یا گھبراہٹ و عجلت میں کبھی حدیث نہیں بیان فرماتے تھے۔ ادب اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ مدینہ کے سُکان میں تھے۔ مگر کبھی سواری پر نہیں ہوتے تھے۔ حالانکہ کبر سِنی کی وجہ سے ضعیف تھے اور فرماتے کہ اُس مدینہ میں میں کیسے سوار ہوں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ مبارک مدفون ہو۔ حق گوئی کی حالت یہ تھی کہ ۱۴۷ھ میں ایک ایسے فتویٰ پر جو سلطان وقت کی غرض کے موافق نہ تھا ستر کوڑے اس بڑھاپے میں کھائے مگر بات حق ہی فرمائی۔ یہ سب اعلم دہر ہونے کے ثمرات تھے۔ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں بعمر ۸۴ برس وفات فرمائی۔ اور مدینہ طیبہ کے مبارک قبرستان بقیع میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ۔ سُرخ سپید رنگ تھا ڈیل ڈول کے آدمی تھے۔ سامنے سے سر کے بال اُڑے ہوئے تھے۔ کپڑا نہایت پاکیزہ عدنیہ

استعمال کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

# عمل بالسُّنّۃ

وللمقتفی سنن النبی فاحمد — للّٰہ در ثراک من امام زمانٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن پر چلنے والے تو بس امام احمد تھے خدا بھلا کرے اس امام وقت کا

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ ائمۂ اربعہ میں سے ہیں۔ صاحب مذہب ہیں انکی والدہ مرو سے بغداد آئی ہیں اور یہ بطن مادر میں تھے۔ بغداد و بماہ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ امام المحدثین تھے۔ امام ہمام بخاری اور امام مسلم ان کے شاگرد تھے اور یہ خود امام شافعی کے شاگرد تھے۔ امام شافعی کے مصر چلے جانے تک برابر انہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ امام شافعی نے مصر روانہ ہوتے ہوئے فرمایا کہ میں بغداد جا رہا ہوں اور میں نے کوئی خلف امام احمد سے زیادہ اتقی اور افقہ نہیں چھوڑا۔ امام موصوف ایک لاکھ حدیث کے حافظ تھے۔ اپنی کتاب مسند احمد میں وہ وہ احادیث جمع فرمائی ہیں جن کی جمع کا دوسروں کو کم اتفاق پڑا ہے۔ ثابت قدمی۔ حق گوئی۔ اتباع سنت۔ اور اقتفائے آثار سلف میں بے نظیر تھے۔ فتنۂ خلق قرآن میں امام ہی کا استقلال تھا کہ روزانہ کوڑے کھاتے اور خلق قرآن کا ہرگز اقرار نہ فرماتے ۲۲۰ھ میں رمضان کے عشرۂ آخر میں بحالتِ صوم کوڑے لگائے جاتے تھے اور امام حق و اتباع سلف ہی کو اپنے لئے راحت سمجھتے اور اس اذیتِ جسمانی کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔ خوبصورت اور حسین و جمیل تھے۔ ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ کو بغداد میں بعمر ۷۷ سال وفات ہوئی۔ اور مقبرہ باب الحرب میں دفن ہوئے۔ قبر مشہور اور زیارت گاہ ہے مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ان کے جنازہ میں آٹھ لاکھ مرد تھے۔ اور ساٹھ ہزار عورتیں شریک ہوئیں ابن جوزی نے بشر حافی رحمۃ اللہ کے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ ابراہیم حربی نے بشر حافی

کو خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد اصافہ سے نکل رہے ہیں اور اُن کی آستین میں کوئی چیز
ہے جو ہل رہی ہے۔ میں نے کہا آپ کی ساتھ حق تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا۔ فرمایا کہ
مجھے بخشدیا اور میرا اکرام فرمایا۔ میں نے کہا کہ یہ آپ کی آستین میں کیا چیز ہل رہی ہے
کہا کہ آج کی رات احمد بن حنبل کی روح یہاں عالم بالا میں پہنچی تھی اُس پر موتی اور یاقوت
نچھاور کئے گئے تھے۔ میں نے بھی چُن لئے۔ یہ آستینوں میں وہی ہیں۔ رحمہ اللہ۔

امام احمد نے دو بیٹے زبردست عالم چھوڑے۔ صالح اور عبداللہ۔ صالح اصبہان
کے قاضی ہوئے۔ اور رمضان ۲۶۶ھ میں وفات پائی اور عبداللہ کی عمر دراز
ہوئی۔ اُنھوں نے ۲۹۰ھ اتوار کے دن جمادی الاولیٰ میں انتقال فرمایا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

## علم معرفۃ العلل

وکذا علی ابن المدینی فی العلل — فی عصرہ اضحی وحید زمان

ایسے ہی علی ابن مدینی علل حدیث کے علم میں — اپنے زمانہ کے فرد اور یکتا ہوئے ہیں۔

علی ابن عبداللہ ابن المدینی مشہور محدث ہیں ۱۶۳ھ میں بمقام بصرہ پیدا
ہوئے۔ فن حدیث میں حد کمال کو پہنچے ہیں۔ نسائی نے ان کو ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے
خود بڑے بڑے ائمہ حدیث مثل امام بخاری۔ ابوداؤد سجستانی احمد بن حنبل وغیرہ ان کے
تلامذہ میں سے ہیں۔ اکابر محدثین مثل حماد بن زید۔ سفیان ابن عینیہ۔ یحییٰ ابن سعید
قطان۔ عبداللہ ابن وہب جیسے حضرات ان کے شیوخ ہیں۔ جن سے فن حدیث
حاصل کیا ہے۔ حدیث اور معرفت علل حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ امام احمد ابن حنبل
تعظیم کے سبب ان کا نام نہیں لیتے تھے۔ بلکہ کنیت سے یاد کرتے تھے۔ ان کی اساتذہ
و شیوخ کو ان پر ناز تھا۔ حضرت سفیان ابن عینیہ باوجود استاد ہونے کے فرماتے ہیں
کہ لوگ مجھے علی ابن مدینی کی محبت میں ملامت کرتے ہیں۔ حالانکہ جتنا علم ابن مدینی نے

مجھ سے پڑھلے ہے اُس سے کہیں زیادہ خود میں نے اُن سے حاصل کیا ہے۔ کبھی فرماتے کہ علی ابن مدینی نہ ہوں تو میں علمی مجلس منعقد نہ کروں۔ مجلس سے جب کبھی ابنِ مدینی اُٹھ کھڑے ہوتے تو حضرت سفیان بھی کھڑے ہو کر مجلس برخاست فرمادیتے اور کہتے کہ جب لشکر میں سے سوار اُٹھ گئے تو ہم پیادوں کی ساتھ نہیں بیٹھتے۔ علی ابن مدینی نے خواب دیکھا تھا کہ ثریہ ستارہ نیچے اُتر آیا ہے اور میں نے اُسے پکڑ لیا۔ ابو قدامہ نے تعبیر دیتے ہوئے کہا کہ خدا نے علی کا خواب سچا کر دیا اُن سے فن حدیث کو وہ عروج ہوا کہ اُس دور میں دوسروں سے کم ہوا ہے۔ لوگ ابنِ مدینی کی ہر حرکت و سکون پر گرویدہ تھے۔ اور اُس کی اقتداء کرتے تھے۔ ان کا قیام و قعود۔ لباس و معاشرت اور ہر قول و فعل لکھا جاتا اور اُس کی تقلید کی جاتی۔ جب بغداد آتے تھے تو مجلس میں بڑے بڑے اہلِ کمال ائمۂ دین مثل یحییٰ ابن معین۔ احمد بن حنبل اور معیطی وغیرہ جمع ہوتے اور علمی مذاکرہ کرتے جب کسی امر میں اختلاف پڑ جاتا تو علی ابن مدینی زبان کھولتے اور ناطق فیصلہ کرتے تھے۔ دیکھا گیا کہ علی ابن مدینی لیٹے ہیں۔ اور احمد بن حنبل دائیں جانب اور یحییٰ ابن معین بائیں جانب بیٹھے ہیں اُن سے حدیث کی املاء کر رہے ہیں۔ امام بخاری سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا دلی خواہش ہے۔ فرمایا یہ ہے کہ میں عراق میں ہوں۔ علی ابن مدینی زندہ ہوں اور میں اُن کا مجلس نشین رہوں۔ اور فرمایا کہ میں نے اپنے نفس کو کسی کے سامنے حقیر اور کم نہیں سمجھا بجز علی ابن مدینی کے فریابی نے یحییٰ ابن معین۔ احمد بن حنبل۔ ابو خیثمہ اور علی ابن مدینی کے بارہ میں سوال کیا گیا تو کہا کہ علی ابن مدینی تو حدیث اور علل میں اعلم ہیں۔ یحییٰ ابن معین رجال اور جرح و تعدیل میں اعلم ہیں۔ احمد بن حنبل فقہ حدیث میں اعلم ہیں۔ اور ابو خیثمہ بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ نووی نے فرمایا ہے کہ علی ابن مدینی نے فن حدیث میں دو سو تصنیفیں کی ہیں۔ اور بخاری نے ۳۰۳ حدیثیں ان سے لی ہیں۔

حق گوئی اور نہی عن المنکر میں شمشیر برہنہ تھے۔ فتنۂ خلق قرآن کے بارہ میں جب کہ
کلمۂ حق زبان سے نکالنا اپنی جان نکال دینے کا مرادف تھا۔ برسرِ منبر علانیہ فرمایا کہ
جو شخص قرآن کو مخلوق خیال کرے وہ کافر ہے اور جو رویتِ الٰہی کا منکر ہو وہ کافر
ہے اور جو کلام الٰہی کا موسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو وہ کافر ہے۔ ذیقعدہ ۲۴۲ھ میں
۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تہذیب التہذیب جلد)

# علم الخلافیات

| | |
|---|---|
| علم الخلاف امامہ وزعیمہ | ھو ابن نصر السابق الدعیسک |
| مذاہب سلف کے علم میں امام اور اسکے ذمہ دار | ابن نصر تھے جو اعیان پر گوئے سبقت لے گئے |

ابو عبداللہ محمد بن نصر مشہور محدث اور فقیہ گذرے ہیں ۲۰۲ھ میں پیدا
ہوئے۔ یحییٰ ابن یحییٰ۔ امام اسحاق ابن راہویہ اور یزید بن صالح جیسے اکابر محدثین اور ائمہ
حدیث سے سند حدیث حاصل کی۔ مذاہبِ صحابہ و تابعین اور ان کے اختلافی مسائل میں
اعلم الناس تھے۔ مختلف فیہ مسائل میں ہر ہر مسئلہ کے اجماعی اور اختلافی حصہ کو پورے
امتیاز کے ساتھ پہچانتے تھے۔

ابو محمد ابن حزم فرماتے ہیں کہ صحابہ کے بعد مسائل کے اجماع و خلاف کا جاننے
والا ابن نصر مروزی سے زیادہ کوئی نہ تھا حاکم فرماتے ہیں کہ اپنے وقت میں بلا اختلاف
امام المحدثین تسلیم کئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی فقاہت میں بلند پایہ تھا بقول ابو بکر صیرفی کہ
اگر محمد بن نصر اپنی صرف ایک ہی تصنیف کتاب القسامت چھوڑتے تو وہ ہی ان کے
تفقہ کی کافی شہادۃ تھی۔ چنانچہ خراسان میں یحییٰ ابن یحییٰ کے بعد محمد بن نصر سے بڑھ کر
کوئی فقیہ نہیں ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ ملکۂ تفقہ داجتہاد کے لئے مذاہب سلف کی کامل تفتیش
جزوِ اعظم ہے جیسا کہ شعر گوئی کے لئے کلام شعراء کا پیشِ نظر ہونا لابدی ہے اور مذاہب

سلف کی واقفیت اُن کے خلاف و اجماع کا وسیع علم ابن نصر کا مخصوص فن تھا اسلئے تفقہ میں اُن کا یدِ طولیٰ رکھنا ایک قدرتی امر تھا۔ ابن عبد الحکم فرماتے ہیں کہ محمد ابن نصر جب کہ مصر میں بھی امام تسلیم کئے جاتے تھے جو علماء کا مرکز و مخزن تھا تو خراسان میں کس طرح اُن کی امامت قابلِ تسلیم نہ ہوتی۔ امام موصوف کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ تجارت مضاربت کی ساتھ کرتے تھے۔ یعنی روپیہ اپنا ہوتا تھا اور عمل کسی ایک شریک کا تاکہ خود علم کی خدمت کے لئے فارغ رہیں۔ اکثر تجارتی سفر بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ ۲۶۰ھ میں جب کہ عمر بھی خاصی ہو چکی تھی۔ ایک تجارتی سفر نیشاپور کا فرمایا۔ اور وہاں کچھ عرصہ قیام کر کے ۲۷۵ھ میں سمرقند تشریف لائے۔ علم کی ساتھ عبادت و عمل میں بھی ممتاز شان تھی۔ ابو بکر ضبعی فرماتے ہیں کہ میں نے محمد ابن نصر سے زیادہ خوش ادا اور مطمئن نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ اور ہم سب اُن کے حسنِ صلوٰۃ اور استغراق پر متعجب ہوتے تھے۔ نماز میں ٹھوڑی اپنے سینے پر رکھ کر کھڑے ہو جاتے اور اس درجہ ساکن قیام فرماتے کہ گویا ایک چوبِ خشک ہے جس میں کوئی حرکت نہیں۔ ایک دفعہ نماز میں اُن کی پیشانی پر تتیہ آبیٹھا اور اُس نے اس درجہ نیش زنی کی کہ پیشانی سے خون بہہ پڑا مگر امامِ موصوف کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ امام نہایت خوبصورت اور وجیہ تھے۔ اُنکا رخ سپید چہرہ دیکھ کر کہا جاتا تھا کہ گویا چہرے میں انار کا رنگ بھر دیا گیا ہے۔ والیٔ خراسان اسمٰعیل ابن احمد چار ہزار درہم سالانہ پیش کیا کرتا تھا اور اسی قدر اُس کا بھائی اسحاق اور پھر اسی مقدار میں اہلِ سمرقند سال بھر میں نذر کرتے تھے۔ لیکن امام موصوف اس بارہ ہزار درہم کی پوری رقم کو فقراء و مساکین پر اور فی سبیل اللہ صرف فرما دیتے اور لوگوں کے عرض کرنے پر فرماتے کہ میری روزی تو میرے شہر میں ہے (یعنی تجارت کا کسب کرتا ہوں) اور میرے کپڑوں اور کاغذوں کا سالانہ صرفہ بیس درہم سے زائد نہیں (جو اُسی سے نکلتا رہتا ہے) پھر اس رقم کو ذخیرہ کرنا نہ صرف فضول ہی ہے بلکہ بے کار اپنے سے فنا بھی کر دینا ہی

علم وعمل اور زہد وقناعت کیساتھ صاحب کرامات بھی تھے۔ خود ہی فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنی ایک مملوکہ باندی کی ساتھ مکہ کا سفر کر رہا تھا۔ راستہ میں غرقابی کا حادثہ پیش آیا میرے بھی دو ہزار جزو مکتوبات کے غرق ہو گئے۔ اور میں اس باندی سمیت ایک ایسے جزیرہ میں پہنچ گیا جہاں کسی آدم زاد کا نشان تھا نہ دانہ پانی کی کوئی نمود تھی میں پیاس کی شدت سے بیتاب تھا۔ اور جاں بلب ہو گیا۔ آخر کار پانی سے مایوس ہو کر اپنی باندی کی ران پر سر رکھکر لیٹ گیا۔ اور مرنے کیلئے مستعد ہو کر موت کا انتظار کرنے لگا۔ اچانک اسی ویرانے میں سے ایک شخص سرد پانی کا کوزہ لے کر آیا اور مجھے پلا کر چلا گیا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھا اور کہاں سے آیا اور کس طرح پہنچا۔ اسی طرح ایک دفعہ امام موصوف والئ خراسان اسمٰعیل ابن احمد کے اجلاس میں جب کہ وہ مقدمات فیصل کر رہا تھا کسی ضرورت سے تشریف لیگئے والی تعظیم کے لئے اپنے تخت سے کھڑا ہو گیا۔ جب امام واپس ہوئے تو والی کے بھائی اسحٰق نے ناگواری سے کہا کہ کیا آپ رعیت کے ایک آدمی کی خاطر بر سر دربار کھڑے ہو کر سلطانی رعب کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔ والئ موصوف خاموش ہو گیا۔ شب کو اس والی نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے اسمٰعیل تیرا اور تیری اولاد کا ملک باقی رہے گا کہ تو نے محمد ابن نصر کی تعظیم کی اور تیرے بھائی کا ملک زائل ہو جائے گا کہ اس نے محمد ابن نصر کی تحقیر کی۔ محدثین میں چار محمد محمدین اربعہ کے نام سے مشہور ہیں۔ جن میں سے ایک محمد ابن نصر ہیں۔ اور بقیہ محمد ابن جریر طبری اور محمد ابن منذر اور محمد ابن خزیمہ ہیں۔ ابن کثیر محدث اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ یہ محمدین دیار مصریہ میں کتابت حدیث کے لئے جمع ہوئے۔ سامان خورد و نوش بقدر قوت بھی کسی کے پاس نہ تھا باہم مشورہ ہوا کہ قرعہ اندازی کرکے ایک شخص کو متعین کیا جائے کہ وہ سب کے لئے معاش کا کوئی سامان فراہم کرنے کی تدبیر و عمل کرے۔ چنانچہ (امام موصوف کا نام نکلا) یہ وقت دوپہر کا تھا

جب کہ سب قیلولہ کے لئے تیار تھے۔ محمد ابن نصر نے بجائے کسی ظاہری تدبیر کے حقیقی تدبیر شروع کی نماز کی نیت باندھ لی اور سر نیاز جھکا کر حق تعالیٰ سے اپنا اور اپنے رفقا کا رزق مانگنا شروع کیا۔ ادھر تو امام دعا میں مشغول تھے۔ اُدھر والیٔ مصر نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ تو سو رہا ہے اور محمدین کے پاس قوت لایموت بھی نہیں ہے۔ والیٔ مصر بیدار ہوا اور محمدین کے جائے قیام اور اُن کے نام ونشان کی تلاش شروع کی۔ پتہ چلنے پر ایک ہزار اشرفی بھجوائی۔ امام موصوف ذی محرم ۲۹۴ھ میں بعمر ۹۲ سال سمرقند میں وفات پائی۔ اور اپنے بعد اپنا کوئی مثل ونظیر نہیں چھوڑا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی وبغیہ للسیوطی)

## علم العوالی

| | |
|---|---|
| اصل العوالی من ابی القاسم جری | قد کان مسکنہ لفی الطبران |
| عوالی میں ابوالقاسم جن کا وطن طبران ہے | اصل اُصول اور بلند پایہ ہوئے ہیں |

**ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی و طبرانی۔**

حافظ حدیث اور مشہور محدث ہیں ۲۶۰ھ میں شام کے ایک قصبہ طبریہ میں پیدا ہوئے اور تقریباً سو برس کی عمر پائی ہے۔

طلب حدیث میں عراق، حجاز، یمن، مصر، اور جزیرہ فراتیہ کے شہروں میں سفر کئے۔ اور تینتیس ۳۳ برس تک سفر ہی کے دورے میں رہے۔ ایک ہزار محدثوں سے حدیث سنی اور حدیث میں متعدد نافع تصانیف یادگار چھوڑیں۔ معجم طبرانی کبیر اوسط اور صغیر مشہور و مقبول تصنیفیں ہیں۔ ابونعیم صاحب حلیہ مشہور محدث انہی کے شاگرد ہیں۔ ماہ ذی قعدہ ۳۶۰ھ میں شنبہ کے دن وفات پائی۔ اور حمۃ دوسی رضی اللہ عنہ صحابی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

# علم المغازی

اما ابن اسحٰق ففی نقل المغا — زی للنبی فواحد الازمان

لیکن ابن اسحٰق سو مغازی اور غزوات نبوی کی — روایت میں یکتائے روزگار ہوئے ہیں

ابوبکر محمد بن اسحٰق صاحب السیرۃ والمغازی فن سیرت اور مغازی میں امام ہوئے ہیں۔

امام زہری اور امام شافعی رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ جو مغازی میں تبحر پیدا کرنا چاہے وہ ابن اسحاق کی عیال ہیں داخل ہوگا۔ چنانچہ فن مغازی اور سیرۃ میں جو کتاب لکھی گئی اُس میں ان پر اعتماد اور ان کی جانب استناد لابدی سمجھا گیا ہے۔ ابوجعفر منصور خلیفہ جبکہ حیرہ میں مقیم تھا تو امام موصوف نے مغازی میں کتاب لکھ کر پیش کی اور اسی لئے اہل کوفہ میں مغازی کا علم زیادہ پھیلا۔ محدث بھی زبردست تھے۔ بڑے بڑے ثقات نے ان کی تعدیل و توثیق کی ہے ۱۵۱ھ میں بمقام بغداد وفات پائی۔ اور مقبرۂ خیزران میں جانب شرق مدفون ہوئے۔

# علم اسماء الرجال

قد کان احفظ علم اسماء الرجا — ل ابن المعین البارع الاقران

علم اسماء الرجال میں نہایت بلند پایہ حافظ — ابن معین ہیں جو ہم عصروں پر فوقیت لے گئے

ابوزکریا یحییٰ ابن معین مشہور محدثین میں سے ہیں۔ اپنے وقت کے امام ہوئے ہیں ۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے والد رَیّ کے خراج پر محصل تھے۔ انھوں نے ان کے لئے ایک لاکھ پچاس ہزار درہم ترکہ چھوڑا۔ یحییٰ ابن معین نے یہ سارا مال علم حدیث پر خرچ کر دیا۔ ۶ لاکھ حدیثیں اپنے قلم سے لکھی ہیں۔ امام بخاری۔ امام مسلم۔ امام ابوداؤد۔

جیسے ائمہ محدثین کے استاد تھے۔ امام احمد ابن حنبل کے ہمعصر ہیں۔ باہم صحبت و الفت اور اشتراکِ عمل تھا۔ امام احمدؒ کا مقولہ تھا کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں۔ علی ابن مدینی کہتے ہیں کہ بصرہ کا علم ختم تھا یحییٰ ابن کثیر اور قتادہ پر اور کوفہ کا علم ختم تھا اسحٰق اور اعمش پر اور حجاز کا علم ختم تھا ابن شہاب اور ابنِ دینار پر اور اُن چھوں کا علم ختم تھا بصرہ میں سعید ابن ابی عروبہ۔ شعبہ۔ معمر۔ حماد بن سلمہ اور ابی عوانہ پر اور کوفہ میں سفیان ثوری۔ سفیان ابن عیینہ اور مالک ابن انس پر۔ اور شام میں اوزاعی پر اور پھر ان سب کا علم ختم تھا محمد بن اسحاق، ہشیم۔ یحییٰ ابن سعید۔ ابن ابی زائدہ۔ وکیع ابن مبارک۔ ابن مہدی۔ یحییٰ ابن آدم اور ان سب کے سب کا علم ختم تھا یحییٰ ابن معین پر۔ یحییٰ ابن معین جرح و تعدیل کے امام گذرے ہیں۔ اور فن اسماء الرجال میں یکتائے روزگار۔ ۷۷ سال کی عمر میں بمقام مدینہ طیبہ وفات پائی۔ اور جنتہ البقیع میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

## علم نقد الحدیث

دکان الثانی فی نقد الحدایث محمد ۔۔۔۔۔ وهو البخاری العزیز الشان

فن حدیث کے نقد و تبصرہ میں بلند پایہ فرد امام محمد بن اسمٰعیل بخاری ہیں جو غلبہ کی شان رکھتے تھے۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری مشہور و معروف امام ہیں۔ بیوت علم و فضل کا ایک ایک بچہ امام بخاری سے واقف ہے۔ ۱۹۴ھ میں بماہ شوال ۱۳ تاریخ یوم جمعہ کو پیدا ہوئے ہیں۔ نحیف الجسم اور میانہ قامت تھے۔ حفظ و تثبت نقل میں یکتائی روزگار ہوئے ہیں۔ طلبِ حدیث میں مختلف بلاد و امصار کے سفر کئے اور محدثین دہر سے حدیث کی تحصیل کی خراسان، عراق، حجاز، شام، مصر اور بغداد وغیرہ میں احادیث کی کتابت کی۔ بغداد میں پہنچے تو اہلِ بغداد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ اور اُن کے علم و فضل اور

روایت ودرایت کے قائل ہو کر اُن کے فرید عصر ہونے کا اعتراف کیا خطیب نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے کہ جب امام بخاری بغداد پہنچے اور وہاں کے محدثین نے اُن کی آمد کا شہرہ سُنا تو اُن کے امتحان کا ارادہ کیا۔ اور سَو احادیث کو اس طرح اُلٹ پلٹ کیا کہ کسی کا متن کسی کی سند کی ساتھ اور کسی کی سند کسی کے متن کی ساتھ لگا کر دس دس حدیثیں ایک ایک آدمی کو سمجھا دیں اور ایک مجلس اس امتحان کے لئے مقرر کی۔ مجلس مقررہ میں تمام محدثین کا اجتماع ہوا خراسان و بغداد کے اہلِ علم جمع ہوئے امام بخاری بھی بلائے گئے اور حسب قرارداد اُن دس آدمیوں سے ایک نے پڑھ کر وہی مقلوب حدیثیں سنائیں اور تنقید کی درخواست کی۔ ہر حدیث پر امام جواب دیتے گئے کہ لا اعرفہ (میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا) دوسرے نے دس اُلٹ پلٹ کر اور بیان کی اُس پر بھی یہی جواب دیا۔ یہانتک کہ سو کی سو احادیث سے لاعلمی ظاہر کی۔ امام کی اس لاعلمی کو سُنکر آپس میں اہلِ علم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بعض نے کہا کہ جوان سمجھ گیا ہے کہ تم نے احادیث مقلوب کر دی ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ نہیں شہرت غلط ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں سمجھ۔ جب امام بخاری نے دیکھا کہ یہ سب کے سب فارغ ہو گئے تو امام بخاری علی الترتیب ان دس سائلوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے سے کہا کہ تمہاری دس حدیثیں مقلوب ہیں۔ پہلی حدیث کی سند وہ ہے جو مثلاً دوسری کی ساتھ لگا دی گئی تھی۔ اور دوسری کی وہ ہے جو پہلی کی ساتھ ذکر کی گئی۔ اسی طرح ترتیب وار دس کی دس احادیث پر تنقید کر دی۔ پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اُس کی دس احادیث کو بھی ترتیب وار کھولدیا کہ فلاں متن کی فلاں سند ہے۔ اور فلاں متن کی فلاں۔ غرض پوری سو احادیث کو پوری ترتیب اور تنقید کی ساتھ واضح کر دیا۔ اُس وقت تمام لوگوں نے اُن کے حفظ اور نقد حدیث اور فضل وکمال روایۃ ودرایۃ کا اقرار کیا۔ اُن کے فضل و کمال کی بڑی داد خود صحیح بخاری ہے جس نے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کا ممتاز لقب

پایا ہے۔ امام بخاری نے اس کتاب کو ۱۶ برس میں تصنیف کیا اور چھ لاکھ حدیثوں میں سے منتخب کر کے تقریباً سات ہزار جمع کیں اور اس طرح جمع کیں کہ ہر حدیث کو لکھنے کے لئے پہلے غسل فرماتے پھر دو رکعت نفل پڑھتے اور پھر لکھتے۔

امیر خراسان خالد بن محمد ذہلی نے امام موصوف کو موضع بخارا سے نکال دیا۔ اور خرتنک بھیجدیا جو ایک موضع ہے سمرقند کے دیہات میں سے۔ اور وہیں امام موصوف نے شب شنبہ میں جو عید الفطر کی رات تھی بعد نماز عشا انتقال فرمایا۔ اور عید کے دن بعد ظہر دفن کئے گئے۔ پھر خالد مذکور نے حج کا ارادہ کیا اور بغداد پہنچا وہاں موفق ابن متوکل خلیفہ عباسی نے اُسے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور قید ہی میں فوت ہوگیا۔

# السیاحۃ

| | |
|---|---|
| وکذا ابن مندہ فی السیاحۃ اوحد | جوّا بھم لسباسب القیعان |
| اسیطرح ابن مندہ علم سفر کر نہیں یکتا تھے | جنھوں نے تمام میدانوں اور جنگلوں کو چھان مارا |

نام ابراھیم ہے اور مندہ لقب ہے۔ حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ محدث ابن محدث ابن محدث ابن محدث ابن محدث ہیں۔ جلیل القدر وافر الفضل واسع الروایۃ۔ ثقہ۔ حافظ۔ فاضل۔ صادق کثیر التصانیف حسن السیرۃ۔ بعید التکلف اور کثیر الاسفار ہوئے ہیں۔ نیشاپور کی طرف سفر کیا۔ اور وہاں ابن مقری سے حدیث حاصل کی۔ ہمدان کا سفر کیا اور وہاں ابوبکر نہاوندی سے حدیث سُنی۔ بصرہ میں ابوالقاسم سے۔ غرض مختلف اطراف و دیار کے محدثین و علماء سے کتنے ہی سفر کر کے استفادہ کیا۔ بعض علماء کی یہ روایت کثرت سے بیان کیا کرتے تھے۔ لکثرۃ الضحک امارۃ الحمق والعجلۃ من ضعف العقل وضعف العقل من قلۃ الرائ وقلۃ الرائ من سوء الادب وسوء الادب یورث المھانۃ۔ نیز کثرت سے یہ شعر پڑھا کرتے تھے:۔

عجبت لمبتاع الضلالة بالهدی ... وللمشتری دنیاه بالدین اعجب
واعجب من هذین من باع دینه ... بدنیا سواه فهو من دین اخیب

نویں شوال یوم سہ شنبہ ۴۳۲ھ کو ولادت ہوئی - اور یوم عید الضحیٰ ۵۱۲ھ میں
بمقام اصبہان وفات پائی - رحمہ اللہ تعالیٰ -

## فِرقِ ظاہریہ

وکذا ابن حزمٍ ظاہریٌ فی الجمو ... د علی الظواہر سابق الاقران
اور اسی ابن حزم ظاہری ظواہر نصوص پر جمود ... رکھنے میں اپنے ہمعصروں سے بڑھے ہوئے تھے

ابو محمد علی ابن احمد مشہور بابن حزم ظاہری فارسی الاصل ہیں -
فارسیوں میں ان کے دادا سعید سب سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں - ان کی ولادت قرطبہ میں
یوم چہار شنبہ قبل طلوع شمس رمضان کی چاندرات ۳۸۴ھ کو ہوئی ہے - علوم حدیث کے
عالم اور حافظ ہوئے ہیں - تمام علوم نقلیہ و عقلیہ و فلسفیہ کے اعلیٰ ماہر تھے - نیز علوم بلاغت
وشعر وغیرہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے - ادیب اور شاعر اور طبیب حاذق تھے - باوجود
جدی ریاست و مناصب کے کہ ان کے دادا وزیر تھے خود زاہد و متواضع تھے - حمیدی
محدث فرماتے ہیں کہ ذکاوۃ، سرعتِ حفظ، قوۃ یادداشت، کرمِ نفس، اور تدین میں اُنکی
نظیر بہت قلیل نکلے گی - کثیر التصانیف تھے - ابو رافع خود اُن کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے
والد کے قلم کی لکھی ہوئی چار سو مجلدات جو انھیں کی تالیفات میں سے تھیں میں نے خود جمع
کی ہیں جن کے اوراق اسی ہزار ہوتے ہیں - فقہ میں کتاب الایصال ان کی عظیم تصنیف
ہے جس میں احکام فقہیہ کو پہلے قرآن سے پھر حدیث سے پھر اجماع سے پھر اقوال صحابہ
و تابعین و علماء مابعد سے ثابت کیا ہے - اصول فقہ میں احکام لاصول الاحکام - علم
کلام میں مشہور زمانہ کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل - مراتب العلوم جس میں تمام

علوم کے باہمی درجات اور اُن کی تحصیل کی کیفیت اور بعض کا بعض سے تعلق اور کتاب التقریب جس میں منطقی مسائل کو اصطلاحات کے چکروں سے نکال کر عام فہم الفاظ میں بیان کیا ہے اور اصول منطقیہ کی تمثیلات جزئیات فقہیہ سے پیش کی ہیں۔ ان کی خاص تصانیف ہیں پہلے شافعی المذہب تھے۔ پھر ظاہریہ کی طرف مائل ہوئے۔ اور آخر کار ظواہر پر جمود کرنے میں متشدد ہوگئے۔ اسی تشدد اور اپنی پچھلی رائے کے سبب علمائے ماسبق تیز فقہائے عصر کو بہت سی چیزوں میں ہدف بنالیا تھا اُن کی شان میں تیز کلمات استعمال کرجاتے تھے۔ اس لئے عام قلوب بھی ان سے نفرت کرنے لگے۔ اور علماء بھی خوش نہ رہے۔ تمام علماء نے ان کی تذلیل و تشنیع کی۔ سلاطین بھی بدظن ہوگئے۔ اور ان کو شہر بدر کردیا۔ اس لئے ابن حزم بادیہ نشین ہوگئے۔ اور اپنے ایک گاؤں منت لیشم میں اتوار کے دن شعبان ۴۵۶ھ میں وفات پائی۔

# علم الکلام

| | |
|---|---|
| اما الامام الاشعری فانه | علم الکلام وصاحب البرهان |
| لیکن امام ابوالحسن اشعری سو علم کلام کی ایک | کھلے نشان ہیں اور صاحب حجت و برہان ہیں |

امام ابوالحسن علی بن اسمٰعیل اشعری مشہور امام علم کلام کے علم اور متکلمین کے رأس رئیس ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے مشہور و معروف ناصر و معین ہیں۔ ابوبکر صیرفی کہتے ہیں کہ معتزلہ نے بہت سر اُٹھایا تھا۔ مگر خدا نے ابوالحسن اشعری کو ظاہر کیا کہ انھوں نے ایک دم اُن کی سروں کو کچل ڈالا۔ متکلمین کی ایک جماعت جن کو اشاعرہ کہتے ہیں انہی کی طرف منسوب ہے۔ امام ابوالحسن ابواسحاق مروزی فقیہ شافعی کے مجلس نشین ہیں جن کا حلقہ جامع منصور بغداد میں ہوتا تھا۔ ان کی ولادت ۲۷۰ھ میں بمقام بصرہ ہوئی۔ اور بروایت ہمدانی بذیل تاریخ

بغداد (طبری) کچھ اوپر ۳۳۰ھ میں اچانک وفات ہوئی ہے۔ بغداد میں باب الکرخ اور باب البصرہ کے درمیان دفن ہوئے۔ محدث ابن عساکر نے ان کے مناقب میں ایک ایک جلد تصنیف کی ہے ان کی شہرت و تعریف مستغنی عن البیان ہے۔ یہ ابتدا دور میں معتزلی تھے۔ پھر تائب ہوئے اور خود اپنے استاد ابو علی جبائی سے مناظرے اور مقابلے کئے۔ جامع بصرہ میں ایک کرسی پر چڑھ کر ایک زور کی آواز لگائی کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے۔ اور جو نہیں پہچانتا وہ اب پہچان لے کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں پہلے قائل تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور خدا کو کوئی آنکھ کبھی نہیں دیکھ سکتی۔ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ خدا پر عدل واجب ہے۔ لیکن میں ان لغو عقائد سے توبہ کرتا ہوں اور معتزلہ پر رد کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں معتزلہ کے معائب اور فضائح کا افشا کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ ملاحدہ معتزلہ۔ رافضہ۔ جہمیہ۔ خوارج اور تمام مبتدعین کے رد میں متعدد کتابیں ان کی تصنیف ہیں۔ دجلہ کے قریب بازار سے بائیں جانب حمام اور مسجد کے متصل مقبرہ مشرع الزوایا میں دفن ہوئے۔ زاہد تھے ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ امام ابوالحسن کی تصانیف ۵۵ تک پہنچ گئی تھیں۔

ان کے دادا بلال ابن بردہ ابن ابی موسےٰ اشعری نے جو مختصر سی زمین چھوڑی تھی اُسی پر گذر تھا۔ ان کا یومیہ خرچ ۱۷ درہم تھے۔

# علم ادار القرآن

| | |
|---|---|
| اما الخطیب ففی القراءۃ سرعۃ | فی عصرہ اضحی فرید الشان |
| لیکن خطیب پس سرعۃ قرارت میں | اپنے زمانہ کے یکتا ہوئے ہیں۔ |

حافظ ابوبکر احمد بن علے بن ثابت بغدادی المعروف بہ خطیب بغدادی صاحب تاریخ بغداد علمائے متجرین میں سے گذرے ہیں۔ سو کے قریب تصانیف ہیں

جمادی الاُخری ۳۹۲؁ھ میں چھٹی تاریخ یوم پنج شنبہ کو پیدا ہوئے۔ اور یوم دوشنبہ ساتویں ذی الحجہ ۴۶۳؁ھ میں وفات پائی۔ پایہ یہ تھا کہ شیخ ابو اسحق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا جنازہ اُٹھایا۔ سرعۃ قراءۃ میں مشہور زمانہ تھے۔ ابوسعد صوفی فرماتے ہیں کہ شیخ ابوبکر بن زہراء صوفی نے اپنی حیات ہی میں اپنے لیے ایک قبر بشر حافی کے پہلو میں بنوائی تھی۔ اور ہر ہفتہ اُس قبر میں داخل ہوتے۔ اور پورا قرآن ختم فرماتے۔ اور اُسی میں سو رہتے۔ ادھر خطیب بغدادی نے وصیت کی تھی کہ مجھے بشر حافی کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ اُن کی وفات پر بہت سے علماء شیخ ابوبکر ابن زہراء کے پاس گئے اور اُن کی اُس قبر کی فرمائش خطیب بغدادی کے لیے کی۔ جو انھوں نے بشر حافی کے پہلو میں اپنے لیے بنا رکھی تھی۔ اُنھوں نے صاف انکار کر دیا اور کسی طرح قبر دینے پر راضی نہ ہوئے۔ لوگ شیخ ابوسعد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے اس بارے میں سفارش چاہی۔ وہ خود شیخ ابوبکر بن زہراء کی خدمت میں آئے اور فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ قبر دیدیں۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بشر حافی زندہ ہوتے اور آپ اُن کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور اچانک مجلس میں خطیب بغدادی آجاتے تو کیا آپ وہی اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ اور خطیب جیسے شخص کو اپنے سے دور گری ہوئی جگہ بٹھا دیتے ہوئے چپ بیٹھے رہتے۔ فرمایا ہرگز نہیں بلکہ میں خود اُٹھ جاتا اور خطیب کو بشر کے پہلو میں جگہ دیتا۔ فرمایا کہ اس وقت کے لیے بھی تو میں یہی کہتا ہوں۔ شیخ ابن زہراء نے قبر دیدی اور خطیب حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

## علمِ طب

ومحمد فی الطب سابق عصرہ ۔۔۔ بحذاقۃ ومھارۃ وبیان

اور محمد ابن زکریا فن طب میں اپنے زمانہ میں بڑھا ہوا تھا مہارۃ۔ وحذاقۃ اور بیان مسائل طب میں

ابوبکر محمد بن زکریا رازی مشہور طبیب ہے مکتفی باللہ خلیفۂ عباسی کے زمانہ میں گذرا ہے۔ ابتداء عمر میں موسیقی اور عود نوازی میں منہمک تھا۔ داڑھی مونچھ نکل آنے پر اُسے خیال ہوا کہ جو گانا داڑھی اور مونچھوں کے درمیان میں سے نکلے وہ اچھا نہیں معلوم ہو سکتا۔ گویا مستحسنات غنا میں سے حسن صورت کی ساتھ تانّث (امردیّۃ) کو بھی مؤثر اور ضروری خیال کیا۔ اس لیئے اس فن کا اشتغال چھوڑ کر کتب طب اور فلسفہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور نہایت ہی تدبیر کے ساتھ ان فنون کی تحصیل و تکمیل کی خصوصاً فن طب میں حذاقۃ و مہارۃ پیدا کی۔ اور اپنے فن کا مشہور امام بن گیا۔ جوق۔ جوق لوگ تحصیل کے لیئے اُسی کی طرف سفر کرنے لگے۔ متعدد کتابیں مثل کتاب الحاوی ۳ مجلد اور کتاب الجامع اور کتاب الاعصاب۔ اور کتاب المنصوری (جو منصور بن اسحاق بن احمد بن نوح اولاد بہرام گور والی خراسان و کرمان کے نام پر لکھی گئی تھی) وغیرہ نہایت ہی بلاغت اور جامعیت کے ساتھ فن طب میں تصنیف کیں۔ قواعد فن سے کتنے ہی جامع کلیات مستنبط کیئے۔ اور کلیات سے کتنی ہی نافع طبی ہدایات پیش کیں جو مریضوں کے لیئے شفا اور حفظ ماتقدم کا باعث ہیں۔ اسی طبیب کا مشہور مقولہ ہے کہ جب تک تم غذاؤں سے علاج کر سکو دوا کے پاس مت جاؤ۔ اور دواؤں میں جب تک مفردات سے علاج کر سکو مرکبات کے قریب مت ہو۔ ایک مقولہ ہے کہ "اگر طبیب عالم ہو اور مریض مطیع ہو تو بیماری کی مدت یکلخت گھٹ جاتی ہے۔ ایک مقولہ ہے۔ علاج بیماری کی ابتداء ہی میں ایسی نہج سے کرلو کہ قوت گھٹنے نہ پائے۔

ابوبکر رازی نے سلطان منصور ابن اسحاق والئ خراسان کے لئے ایک کتاب فن کیمیا میں تصنیف کی۔ سلطان نے ایک ہزار دینار صلہ عطا کیا اور حکم دیا کہ اس میں کیمیا کا جو طریق علم کے درجہ میں لکھا ہے اُس کو عمل کر کے دکھلایئے۔ رازی نے عذر

کیا کہ عمل کیمیا میں رقم کثیر اور آلات و وسائل کثیرہ اور کتنی جڑی بوٹیوں اور جھگڑے کی ضرورت ہوگی جو دشواری سے خالی نہیں۔ سلطان نے کہا کہ ان تمام چیزوں کی ذمہ داری ہم لیتے ہیں تم صرف وہ کیمیا بنادو جس کا تذکرہ تم نے کتاب میں لکھا ہے۔

رازی نے پہلو تہی شروع کی اور عمل سے عاجز رہ گیا۔ سلطان نے تیزی سے کہا کہ کیا تو نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کتاب میں جھوٹ اور ملمع سازی سے تمام آنے والوں کے لئے تعب اور مشقت کا سامان کیا ہے کہ لوگ کتاب دیکھ کر کیمیا بنانے کی شائق تو ہو جائیں۔ اور عمل کے درجہ میں بنانے کا سامان بھی مہیا کرلیں لیکن آخرکار عاجز ہو جائیں اور بنا نہ سکیں۔ اور رنج و کلفت سے دوچار ہوں۔ پھر کہا کہ کتاب لکھنے میں جو تو نے تعب برداشت کیا ہے اُس کا صلہ تو ہزار دینار ہم نے دیدیا اب جو لوگوں کے لئے تو نے تعب کا سامان دوامی طور پر کر دیا ہے اس کا صلہ بھی تجھے بھگتنا چاہئے۔ یہ کہہ کر کوڑے سے رازی کی خبر لی۔ اور حکم دیا کہ یہ کتاب اسکے سر پر اُس حد تک ماری جائے کہ کتاب پاش پاش ہو کر قابلِ انتفاع نہ رہے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اُسی کے صدمہ سے رازی کی آنکھوں میں پانی اُتر آیا۔ اور آخر عمر میں بالکل نابینا ہو گیا۔ وفات کا سنہ تقریباً ۳۱۱ھ ہے کہا کرتا تھا کہ میں نے دنیا کو خوب دیکھ لیا۔ رحمہ اللہ۔

# فنِ ادب

وتفرد الحبر الحریری فی المقا ۞ مات التی نسجت بحسن بیان

اور حریری مقامات نویسی میں یکتا تھا گویا مقامے ۞ ترتیب بیان کے سبب اُس نے کپڑے کی طرح بُن دئیے تھے

ابو محمد قاسم بن علی بن محمد بن عثمان الحریری البصری اپنے زمانہ کا امامِ فن تھا۔ لغت و ادب اور فنونِ عربیۃ کا مالک تھا اور مقامات لکھنے کا خاص سلیقہ حق تعالیٰ نے

اسی شخص کے لئے ودیعت فرمایا تھا۔ مقامات کلامِ عرب کے کتنے ہی اسالیب اور امثال ومحاورات اور رموزِ کلام وغیرہ کا ایک خزانہ اور مؤلف کی کثرۃ اطلاع کا ایک شاہد عدل ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں کسی نے طویل اور کسی نے قصیر اور پھر آج تک اساتذہ وتلامذہ کے ہاتھوں میں متداول اور نصاب ہائے درس میں داخل ہے۔ حریری بہت بدصورت تھا۔ سنہ ۴۴۶ھ بمقام بصرہ ولادت ہوئی اور سنہ ۵۱۶ھ میں وفات ہوئی۔

## علم الشعر

وحبیب لی لطائی ابلغ حکمة وکذاک احمد منا صاحب التبیان

اور حبیب طائی شعر میں اور اسی طرح متنبی صاحب تبیان حکمت کے درجہ کو پہنچے ہوئے تھے

وحبیب لی لطائی ابلغ حکمة۔ ابو تمام حبیب طائی قبیلہ طے کا مشہور شاعر ہے۔ دیباچہ لفظ اور بضاعۃ شعر میں فرد گذرا ہے۔ حسن اسلوب اور لطافتِ بیان اس کا حصہ تھا۔ دیوان حماسہ اُس کے حسن انتخاب کا شاہدِ عدل ہے۔ اُس کی دوسری تالیف مخول الشعراء ہے جس میں جاہلیۃ اور اسلام کے منتخب شعراء کا کلام جمع کیا ہے۔ اُس کے حسن تمیز کی دوسری شہادت ہے۔ اور کتاب الاختیار جس میں منتخب اشعار کی تدوین کی ہے اُس کے انہماک شاعریۃ کی تیسری گواہی ہے۔ حفظ غضب کا تھا۔ چودہ ہزار رجزیہ اشعار یاد تھے۔ اور قصائد ومقاطیع اس کے علاوہ ہیں۔ سلاطین کے لئے مادحانہ قصائد لکھے اور انعامات حاصل کئے۔ علمائے نے لکھا ہے کہ قبیلہ طے میں سے تین[۳] آدمی نکلے ہیں کہ ہر ایک اپنے باب میں یکتائے دہر ہوا ہے۔ حاتم طائی سخاوت میں۔ داؤد طائی زہد میں۔ اور حبیب طائی شعر میں۔ ابو تمام کی ولادت سنہ ۱۹۰ھ میں بمقام جاسم ہوئی جو دمشق اور طبریہ کے درمیان بلادِ جیدور میں ایک موضع ہے۔ اور مصر میں

ہوش سنبھالا۔ کہتے ہیں کہ ابتدائے عمر میں ابو تمام گھڑیا لے کر جامعِ مصر میں لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔ طویل القامت گندم گوں فصیح و بلیغ اور شیریں کلام تھا۔ ۲۳۱ھ میں بمقام موصل وفات پائی۔

وکذالک احمد صاحب التبیان۔ یہ دوسرا مشہور شاعر ابو الطیب احمد بن الحسن متنبی ہے جس نے عربیت کی سلاست میں مضمون آرائی کا اضافہ کیا۔ اہل کوفہ میں سے ہے۔ اور لڑکپن میں شام پہونچا۔ اور اُس کے اطراف میں فنونِ ادبیت کی تحصیل کے لئے چکر لگاتا رہا۔ نقل لغت اور غرائب لغۃ کی تحفظ میں فرد تھا۔ جب کسی لغت کے متعلق سوال کیا جاتا تو برجستہ جواب دے کر اُس پر کلام عرب سے نثر اور نظم کی شہادتیں پیش کر دیتا تھا۔ شیخ ابو علی فارسی نے پوچھا کہ فُعلیٰ کے وزن پر کتنی جموع آتی ہیں فوراً بولا کہ ظِربیٰ۔ و حِجلیٰ۔ ظربیٰ جمع ہے ظربان کی جو ایک بدبودار چوپایہ ہے اور حجلیٰ جمع ہے حجل کی جو ایک پرندہ ہے۔ شیخ کہتے ہیں کہ پھر میں نے تین شبانہ روز لغت کی کتابیں چھان ماریں کہ اس وزن پر کوئی تیسری جمع نکل آئے مگر نہ نکلی۔ اُس کی لطافتِ شعر اور موشگافی آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

دیوان متنبی اُس کی باریک بینی اور لطیفہ گوئی کی ایک زندہ شہادت ہے۔ بڑے بڑے علماء نے اس دیوان کی شرح لکھی بعض مشائخ کا مقولہ ہے کہ اس دیوان کی چالیس شروح سے تو میں واقف ہوں۔ ابو الطیب کا لقب متنبی اس لئے پڑ گیا تھا کہ اُس نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور بنی کلب وغیرہ قبیلے اُس کی ساتھ ہو گئے۔ امیر حمص نے اُسے گرفتار کیا اور اُس کے لوگ متفرق ہو گئے۔ اور یہ قید کر دیا گیا۔ ایک طویل زمانہ کے بعد جب اُس نے توبہ کی تو رہا کر دیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُس نے کہا کہ میں شعر کا پیغمبر ہوں ۳۳۷ھ میں سیف الدولہ کے دربار میں گیا۔ پھر ۳۴۶ھ میں مصر پہونچا اور کافور اخشیدی کے یہاں رسوخ حاصل کیا۔ اور اس خان سے

کافور کے سامنے کھڑا ہوتا تھا کہ دونوں پیروں میں خفین اور وسط کمر میں ٹپکا اور اس میں تلوار حمائل اور دو مسلح غلاموں کے کندھوں پر ہاتھ ٹیکے ہوئے آتا اور ذرا اخلاف مزاج بات پیش آتی تو ہجو بھی کر ڈالتا۔ پھر بلادِ فارس کا رُخ کیا اور عضد الدولہ کے دربار میں مدحیہ قصائد پڑھے اور بڑے بڑے انعامات حاصل کئے۔ یہاں سے لوٹ کر بغداد کا ارادہ کیا۔ اور پھر وہاں سے آٹھویں شعبان کو کوفہ کا۔ راستہ میں فاتک ابن ابوجہل اسدی سے مقابلہ ہو گیا اس کی ساتھ بھی جماعت تھی۔ اور اس کے ہمراہ بھی مقابلہ ہوا۔ اور متنبی۔ اس کا بیٹا محسد۔ اور اس کا غلام مفلح موضع نعمانیہ (قریب بغداد) میں قتل ہو گئے۔

ابن رشیق صاحب کتاب العمدہ نے اس میں یہ اضافہ اور بیان کیا ہے کہ متنبی نے جب کہ اپنے مدِ مقابل کا غلبہ دیکھا تو بھاگنے کا ارادہ کیا تو اس وقت اس کے غلام نے کہا کہ بڑے شرم کی بات ہے کہ لوگ بعد میں تیرے فرار کا تذکرہ کریں گے۔ حالانکہ تیرا خود کا یہ شعر ہی ہے۔

فالخیل واللیل والبیداء تعرفنی　　والحرب والضرب والقرطاس والقلم

یہ سنتے ہی متنبی لوٹا اور قتل ہو گیا۔ پس اس کا قاتل خود اسی کا یہ شعر ہے اور یہ حادثہ ماہ رمضان یوم چہارشنبہ ۳۵۴ھ میں واقع ہوا۔ اس کی پیدائش ۳۰۳ھ بمقام کوفہ محلہ کندہ میں ہوئی۔ متنبی کا باپ کوفہ میں سقا تھا۔ لیکن اس بچہ سقہ نے شام میں نشو و نما پایا۔ اور اس درجہ کو پہونچا۔

## علم تشبیہ

والشعر شعر البحتری اجنازۃ　　اذ کان فن تشبیہ ذا انقاب

اور طرح کے لحاظ سے شعر شعر بحتری کا تھا　　کہ صنعت تشبیہ میں نہایت پختہ ہوتا تھا

ابو عبادہ ولید بن عبید طائی بحتری مشہور شاعر ہے۔ منبج میں جو ہادونشا کی ضلع کا قصبہ ہے اور ملک شام میں حلب اور فرات کے درمیان واقع ہے۔ کسریٰ کا بنا کردہ ہے۔ بحتری پیدا ہوا۔ سنہ ولادۃ ۲۰۶ھ ہے۔ شعر گوئی میں نہایت بلند پایہ اور شہرت رکھتا ہے۔

ابو تمام کی طرح اُس نے بھی حماسہ لکھا تھا۔ جو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ شام سے عراق چلا آیا اور خلفاء عباسیہ میں سے المتوکل کے دربار میں رسائی حاصل کی اُس کی مدح سرائی میں قصائد لکھے۔ اور سنائے۔ نیز بغداد کے تمام بڑے بڑے امراء کے یہاں رسوخ حاصل کیا اور قصائد وغیرہ سے اُن کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ صالح ابن اصبغ کہتے ہیں کہ عراق جانے سے پہلے بحتری نہایت معمولی حالت میں پیاز اور ترکاری بیچنے والوں کی مدح میں شعر گوئی کیا کرتا اور مسجد کے اُن دو دروازوں سے آتا جاتا تھا اور آمد و رفت میں شعر گنگناتا رہتا تھا۔ مگر آج عراق ہو آنے کے بعد اُس کا وہ بلند پایہ ہے کہ سب جانتے ہیں اور اُسے اُستاد تسلیم کرتے ہیں۔ بحتری کہتا ہے کہ اول اول مجھے فن شاعری سے شغف اور اُس کے ذریعہ یافت اس طرح ہوئی کہ میں حمص میں ابو تمام کے پاس اپنے چند اشعار لیکر گیا۔ وہاں شعراء کا ہجوم تھا۔ لیکن میرے شعر سن کر اُس نے ہر طرف سے نگاہ ہٹالی اور صرف میری طرف متوجہ ہو گیا۔ لوگوں کے منتشر ہو جانے پر مجھ سے کہا کہ اس سارے مجمع میں جنھوں نے قصائد سنائے میرے نزدیک تو سب سے بڑا شاعر ہے۔ پھر میرا حال پوچھا۔ میں نے تنگدستی کی شکایت کی ابو تمام نے اہل معرۃ کو میری سفارش لکھی۔ اور میری حذاقت و مہارت فن کو سراہا۔ اور مجھ سے کہا کہ اُن کی مدح میں قصیدہ لکھ کر لے جاؤ۔ چنانچہ میں گیا اور اُنھوں نے چار ہزار درہم میرا وظیفہ مقرر کر دیا۔ یہ پہلی یافت تھی جو مجھے شاعری کی بدولت ہوئی۔ بحتری کہتا ہے کہ ابو سعید امیر کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور میں نے اُس کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔

جس کا پہلا شعر یہ تھا:-

أأفاق صب من ھوی فافیقا؟ أم خان عھدا أم أطاع شفیقا؟

قصیدہ پورا کر لینے پر ابوسعید بہت خوش ہوا- اور داد دی- دربار میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ اے امیر یہ قصیدہ میرا ہے- اس جوان نے سرقہ کیا- امیر کی طبیعت بگڑ گئی- اور اُس نے مجھے خطاب کر کے کہا کہ اے جوان کیا تیرا النسب اور قرابت کافی نہ تھا کہ تو اُسکے واسطہ سے مجھ سے عزت و انعام طلب کرتا جو تجھے اس سرقہ کی ضرورت پڑی- ہرگز ایسی حرکت مت کر- میں حیران ہوا اور میں نے کہا کہ واللہ یہ شعر میرے ہیں اُس شخص نے کہا غلط ہے- قصیدہ میرا ہے- اور یہ کہہ کر قصیدہ سے بہت سے اشعار سنا دیئے ابوسعید کو اور زیادہ میرے سرقہ کا یقین ہو گیا اور اُس نے کہا کہ خیر میں تجھے انعام و دولت تو دے دوں گا- جس کے لئے تو نے یہ سرقہ کی کارروائی کی ہے- مگر خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا- میں حیران ہو کر واپس آگیا اور دل میں سخت نادم اور خجل تھا- اچانک ابوسعید نے مجھے واپس بلایا- اور کہا کہ جانتا ہے یہ شخص کون ہے جس نے تجھ پر سرقہ کا دعویٰ کیا ہے- میں نے کہا نہیں- کہا تیرا چچازاد بھائی حبیب بن اوس ابوتمام جو تیرا استاد بھی ہے- تب تو میں نے معانقہ کیا- ابوتمام نے کہا میں تجھ سے مذاق کر رہا تھا- شعر تیرا ہی ہے- مجھے ابوتمام کے حافظہ پر حیرت تھی- تشبیہ میں تجری کا خاص پایہ تھا جیسا کہ اُس کے دیوان اور ابیات سے ظاہر ہے- ابوبکر صولی نے حروف تہجی کے لحاظ سے اُس کے غیر مرتب اشعار کو جمع کیا ہے- اور علی بن حمزہ اصبہانی نے انواع کی لحاظ سے جمع کیا ہے- عمر کا اکثر حصہ عراق میں گذرا- اور المتوکل خلیفہ عباسی اور فتح بن خاقان کے درباروں میں نہایت عزت و حرمت سے گذاری- جب یہ دونوں قتل ہو گئے تو وطن اصلی منبج کی طرف شام میں لوٹ آیا- اور ۲۸۴ھ میں منبج ہی میں انتقال کیا- رحمۃ اللہ و غفرلہ

# علم محاضرۃ الادبار

رأس محاضرۃ ابوالفرج الذی ہواصبہانی لدی استیطان

ادیبوں کے کلام کا جامع اور اس صنعت میں رأس رئیس ابوالفرج اصبہانی گذرا ہے

ابوالفرج علے بن الحسین اصبہانی صاحب کتاب الاغانی۔ بنوامیہ میں سے ہیں ۲۸۴ھ میں ولادۃ ہوئی ہے۔ یہ وہی سال ہے جس میں بحتری مشہور شاعر کا انتقال ہوا ہے۔ نہایت زبردست ادیب اور فنونِ عربیۃ میں ماہر وحاذق تھے۔ علم تاریخ، اور انساب پر نہایت وسیع نظر تھی۔ محاضرات اُدبار اور اُن کے متعلق معلومات میں یگانہ عصر تھے۔ تنوخی کہتے ہیں کہ ابوالفرج سے زیادہ میں نے شعر اور اغانی اور اخبار و آثار اور احادیث اور انساب کا حافظ کوئی نہیں دیکھا۔ اس کی ساتھ ہی نحو۔ لغت۔ اور خرافات وظرافات اور سیر ومغازی کا بھی ایک بڑا حصہ اُن کے قبضہ میں تھا۔ پھر علم جوارح۔ نجوم۔ طب وغیرہ میں دستگاہ رکھتے تھے۔ علمار۔ ظرفار۔ شعرار کے چیدہ چیدہ کلام کا حافظ اپنے وقت میں ان کے سوا دوسرا نہ تھا۔ سفر کرتے تھے تو تیس اونٹوں پر کتب خانہ مطالعہ کے لئے ساتھ رہتا تھا۔ مگر جب کتاب الاغانی لکھی ہے تو پھر صرف اُسے ہمراہ رکھ لینا تمام کتبخانہ کے مقابلہ میں کافی سمجھ لیا تھا۔ تصانیف میں کتاب الاغانی کتاب القیان۔ کتاب الاماء الشواعر۔ کتاب الدیارات۔ کتاب دعوۃ الاولیار۔ کتاب مجرد الاغانی۔ کتاب الحانات وآداب الغربار وغیرہ قابلِ ذکر تصنیفیں ہیں۔ آغانی لکھ کر جمہور علمار کا اجماع ہے کہ اس فن میں اس کے سوا دوسری کتاب لکھی ہی نہیں گئی۔ سیف الدولہ بن حمدان کے دربار میں پیش کی سلطان نے ایکہزار اشرفی عطا کی اور معذرت بھی کی۔ وزیر مہلبی کے یہاں زیادہ رسوخ تھا۔ اُس کی مدح میں متعدد قصائد بھی پیش کئے ہیں۔ بدھ کے دن ۱۴ ذی الحجہ ۳۵۶ھ میں انتقال کیا۔ اور بغداد میں دفن ہوئے۔

اسی سنہ میں علماءِ شہیر میں سے ابو علی قالی اور سلاطین میں سے سیف الدولہ بن حمدان مذکور۔ اور معزالدولہ بن بویہ اور کافور اخشیدی کا بھی انتقال ہوا ہے۔ رحمہم اللہ۔

## صنعۃ انشاء

والفاضل القاضی غدا فی عصرہ — فی صنعۃ الانشاء عذا اتقان

اور قاضی فاضل صنعۃ انشا پردازی — میں اپنے زمانہ کا بخبتہ کار تھا

ابوالعلی عبدالرحیم بن القاضی اشرف بہاؤ الدین معروف بہ القاضی الفاضل سلطان صلاح الدین کے وزیر تھے۔ اور صنعۃ انشاء پردازی میں متقدمین سے بھی گوئے سبقت لے گئے تھے۔ صنعۃ انشاء میں کثرت سے ان کے عجائب و غرائب ہیں ان کی انشا پردازیوں کے اوراق کو جمع کیا گیا تو سو مجلدوں سے کم نہ نکلے۔ اسی لئے عماد کاتب اصبہانی نے ان کا لقب ربّ القلم والبیان رکھا تھا۔ پھر سلطان مرحوم کے بیٹے ملک العزیز کا زمانہ بھی پایا اور وہ ان کی طرف اپنے باپ ہی کی جیاۃ میں مائل تھا۔ جب ملک العزیز کا انتقال ہوا تو اُس کا بیٹا ملک المنصور تخت نشین ہوا اور اپنے چچا سلطان نورالدین کی تدبیر سے امورِ سلطنت انجام دیتا رہا۔ یہانتک کہ ملک عادل نے دیارِ مصریہ کو فتح کیا۔ اور جب کہ قاہرہ میں فاتحانہ داخل ہو رہا تھا تو شب چہار شنبہ، ۷ ربیع الثانی ۵۹۶ھ کو اچانک قاضی فاضل کا انتقال ہو گیا اور قرافہ صغری میں دفن کیے گئے۔ قاضی فاضل نے قاہرہ میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا جس کا افتتاح شروع محرم ۵۸۰ھ یوم سبت کے خود ہی کیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

## فنِّ خطابت

اَحَدُهُمْ خُطَبًا فَابن نباتۃٍ — شَهِدُوا بِاَنَّ لَهٗ جَلِیَّ بیان

فن خطابت میں شیریں بیان ابن نباتہ تھا — جسکے کھلے کھلے بیانات کی اہلِ نظر نے شہادت دی ہے

ابو یحییٰ عبدالرحیم بن محمد بن اسمٰعیل ابن نباتہ خطیب - فنونِ ادبیہ میں امام - خطبات میں یکتائے دہر ہوئے ہیں اس پر اجماع ہے علماء کا کہ خطابیہ میں ان جیسی طبیعت کسی نے نہیں پائی - سیف الدولہ کے دربار میں ابنِ نباتہ اور متنبی جمع ہوگئے ہیں سیف الدولہ چونکہ مجاہد تھا اور بہت سے معرکے اُس نے سر کئے تھے - اس لئے ابن نباتہ کے اکثر خطبے ترغیب جہاد اور نصرۃ سیف الدولہ کے متعلق ہوئے ہیں - ان کا خطبہ منامیہ مشہور ہے جو خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر انھوں نے سنایا - آپ نے خوش ہوکر فرمایا - میرے قریب آ - یہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا - اور اُن کے منہ میں لعاب مبارک ڈالا اور فرمایا خدا تجھے توفیق دے - جب یہ بیدار ہوئے تو قلب میں بے انتہا سرور بھرا ہوا تھا - مُنہ میں مشک کی خوشبو آتی تھی - بھوک - پیاس قطعاً نہیں رہی - کھانا، پینا یک لخت چھوٹ گیا - چہرے پر ایک خاص نور چمکتا ہوا محسوس ہونے لگا - اور خوشی اور مسرۃ ہر وقت بُشرہ سے ٹپکنے لگی - اور پھر خطیب موصوف زیادہ مدت زندہ نہیں رہے - بلکہ ۱۸ دن کے اندر وفات ہوگئی - مورخ ابنِ ازرق کا بیان ہے کہ ابن نباتہ ۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے - اور ۳۷۴ھ میں وفات پائی - میافارقین میں دفن ہوئے - رحمہ اللہ تعالیٰ -

## علم النوادر

| | |
|---|---|
| والاصمعی امام فرید هم | فی حفظه لنوادر الزمان |
| اور اصمعی امام اور یکتا تھے نوادر | اور عجائبات عالم کی یادداشت میں |

ابو سعید عبدالملک المعروف بہ اصمعی لغت اور نوادر میں امام گذرے ہیں ۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے - مصری الاصل ہیں مگر غیر معمولی علم کی بدولت بغداد میں ہارون رشید کے دربار دُربار نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا - اور اُس کے مقرب خاص ہوگئے - ابو اسحاق

موصلی کہتے ہیں کہ میں نے کوئی دعوی اصمعی کا ایسا نہیں دیکھا کہ اُس کے بارہ میں سب سے زیادہ اُنھیں اعلم نہ پایا ہو۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں اور ابو عبیدہ لغوی ایک دفعہ فضل بن ربیع وزیر کے یہاں جمع ہوگئے۔ فضل نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے گھوڑوں کے اسماء میں کے کتابیں لکھی ہیں۔ میں نے کہا ایک جلد۔ پھر ابو عبیدہ سے پوچھا کہ آپ نے کتنی۔ اُنھوں نے کہا ۵۰ جلدیں۔ فضل نے ابو عبیدہ سے کہا کہ اچھا کھڑے ہو اور اُس گھوڑے کے عضو عضو پر ہاتھ رکھ کر اُسکا لغت بتاتے جاؤ۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ کوئی میں بیکار ہوں۔ میں نے تو یہ لغات اہلِ عرب سے سنکر جمع کر دیئے ہیں۔ پھر اصمعی سے کہا کہ کھڑے ہو اور تفصیل وار اعضاء کے متعلق لغۃ سناؤ میں کھڑا ہوا اور پہلے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ اور اُس کے لغات گنا دیئے۔ پھر نیچے اُترا اور ترتیب وار تمام اعضاء کے اسماء مع شواہد و اشعارِ عرب تفصیل وار بیان کر دیئے جب فارغ ہوا تو فضل نے کہا کہ یہ گھوڑا تمہارا ہے۔ میں خوشی خوشی لے آیا۔ اور جب کبھی مجھے ابو عبیدہ لغوی کو بھڑکانا ہوتا تھا تو اُسی گھوڑے پر سوار ہو کر اُس کے پاس چلا جاتا تھا۔ صفر ۲۱۶ھ بمقام بصرہ وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

## علم النحو

والنحو علم سیبویہ امامہ　　فتری النحاۃ لہ ذوو اذعان

علم نحو کا امام سیبویہ تھا۔ اسیوجہ سے تم دیکھو گے کہ　　تمام نحوی اس فن میں اُسکا اعتبار کرتے ہیں

ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر الملقب بہ سیبویہ فنِ نحو میں تمام متقدمین و متاخرین سے اعلم گذرا ہے اُس کی نحوی تصنیف یعنی کتاب سیبویہ سے بہتر کوئی کتاب فنِ نحو میں نہیں لکھی گئی۔

جاحظ کہتے ہیں کہ میں نے معتصم باللہ کے وزیر (محمد بن عبد الملک الزیات) کے

پاس حاضری کا ارادہ کیا تو سوچتا رہا کہ کیا ہدیہ لیجا کر پیش کروں۔ آخر کار کتاب سیبویہ سے بڑھ کر کوئی اشرف ہدیہ نہ پایا جس کو میں نے فراء (نحوی) کی میراث میں سے خریدا تھا۔ جب میں حاضر ہوا اور تحفہ پیش کیا تو وزیر نے خوش ہو کر کہا کہ خدا کی قسم اس کتاب سے زیادہ مرغوب ہدیہ میرے لئے اور کچھ نہ ہوتا۔ سیبویہ نے فن نحو خلیل ابن احمد سے اور فن لغۃ اخفش سے حاصل کیا۔ خلیل کے اعلیٰ ترین تلامذہ میں سے تھا۔ معاویہ ابن بکر علیمی کہتے ہیں کہ میں نے سیبویہ کی کتاب دیکھی تو اُس کے قلم کو اُس کی زبان سے زیادہ بلیغ پایا۔ سیبویہ فارسی لقب ہے جس کا عربی ترجمہ سیب کی خوشبو ہے۔ یا ویہ حرف تشبیہ ہے جس کے معنی ہیں سیب کی مانند چونکہ سیبویہ نہایت ہی خوبصورت صاحب جمال تھا اور اُس کے رخسارے سیب کی طرح سُرخی سے دمکتے تھے۔ اس لئے یہ لقب پڑ گیا۔ سیبویہ بغداد پہنچا۔ اور کسائی نحوی سے جو امین (ابن ہارون رشید) کا معلم تھا۔ ملاقات ہوئی۔ کسی عربی ضرب المثل کے متعلق علمی بحث چھڑ گئی۔ آخر کار فیصلہ کسی اعرابی پر ٹھیرا۔ اعرابی نے سیبویہ کی تصویب کی۔ لیکن پھر ڈرا دھمکا کر اُس کو کسائی کی تائید پر مجبور کیا گیا اور ایک بڑی مجلس میں اُس سے کسائی کی ہمنوائی کرائی گئی تو سیبویہ رنجیدہ ہو کر بغداد سے واپس ہو گیا۔ اور بلاد فارس کا قصد کیا۔ اور شیراز کے ایک قریبی گاؤں بیضا میں کچھ اوپر چالیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ سنہ وفات ۱۸۰ھ ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

## علم العروض

| | |
|---|---|
| امّا الخلیل ففی العروض تقدا رتقی | اوج الکمال فصاذ اسلطان |
| اور خلیل فن عروض میں اسقدر اوج کمال پر | چڑھا کہ اس فن کا بادشاہ بن گیا۔ |

یہ وہی خلیل ابن احمد نحوی ہے جس کو سیبویہ کی اُستادی کا فخر حاصل ہے۔ فن عروض کو اسی نے ایجاد کیا۔ اور عروض کے اقسام کو پانچ دائروں میں منحصر کر کے ان

پانچ دائروں سے پندرہ بحریں پیدا کیں۔ اخفش نے صرف ایک بحر (خبب) کا اُنمیں اضافہ کیا۔ لیکن والفضل للمتقدم کہتے ہیں کہ خلیل نے مکہ مکرمہ میں دعا کی تھی کہ مجھے ایسا علم دیا جائے کہ اب تک کسی کو نہ ملا ہو تو حق تعالےٰ نے علم عروض کی طرف اس کی راہ نمائی فرمادی اسی لئے حمزہ ابن حسن اصبہانی نے اپنی کتاب التنبیہ میں دعویٰ کیا ہے کہ دولت اسلامیہ نے کسی ایسے فرزند کو سوائے خلیل کے پیدا نہیں کیا کہ جس نے ایک ایسے علم کی بنیاد رکھی ہو جس کی کوئی اصل اہلِ عرب کے پاس موجود نہ تھی۔ کیونکہ یہ فن نہ اُس نے کسی حکیم سے اخذ کیا نہ کسی پہلے نقشِ قدم اور مثال کو دیکھ کر اُس نے اس فن کی بنیاد ڈالی۔ بلکہ صفارین کی ایک گذرگاہ پہ جاتے ہوئے صرف ایک ہتھوڑے کی آواز سے جو کسی طشت میں لگنے سے پیدا ہوتی تھی اکدم اُس کی توجہ اس فن کی ایجاد کی طرف پھر گئی۔ حالانکہ یہ صوت محض جس میں نہ کوئی بیان تھا نہ حجت اس فن کی ایجاد کے لئے کوئی بھی متناسب سبب نہ تھی۔ اگر اس صوت ہی کو اس فن سے طبعی طور پہ کوئی مناسبت ہوتی تو ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک کوئی تو خدا کا بندہ اس طرف متوجہ ہوتا۔ اور اس فن کو ایجاد کر دیتا پس یہ فضل تقدم قدرت نے خلیل ابن احمد ہی کے لئے مخصوص فرمایا تھا جو اُسے مل گیا۔ خلیل ایک مرد صالح عاقل حلیم باوقار انسان تھا۔ غنائے نفس کے سبب کبھی دو پیسے بھی اُس کے پاس جمع نہیں ہوئے۔ حالانکہ اُس کے ہم عصروں نے بہتیری دولتیں جمع کیں۔ اس بارہ میں خود اُسی کا شعر ہے۔

والفقر فی النفس لا فی المال نعرفہ　　ومثل ذالک الغنی فی النفس لا المال

اُس کی بیان کردہ حکم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کی عقل اور ذہن چالیس برس میں حدِ کمال کو پہونچتی ہے۔ اور یہی سنہ ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے۔ اور عقل وذہن میں تغیر اور نقصان ترسٹھ ٦٣ برس کی بعد شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہی سنہ ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات دیئے گئے۔ سنہ ١٠٠ھ میں پیدا ہوا اور سنہ ١٧٠ھ

میں بصرہ میں وفات پائی۔ اکثر یہ شعر وردِ زبان رہتا تھا۔

واذا افتقرت الی الذخائرلم تجد ذخرا یکون کصالح الاعمال

## علم نجوم

ابومعشر فرد النجوم فریدھم ضبط البروج وکان ذا امعان

علم نجوم کا امام ابومعشر تھا۔ نجوم کے بروج اور زائچے وغیرہ نہایت گہری نظر سے اُس نے ترتیب دیئے ہیں

ابومعشر جعفر ابن محمد ابن عمر البلخی منجم مشہور۔ فن نجوم میں امام گذرا ہے۔ اور اس فن میں متعدد تصانیف مثل۔ مدخل۔ زیچ۔ المذاکرات۔ الالوف وغیرہ یادگار چھوڑی ہیں۔ عمر کا اکثر حصہ زمرہ محدثین میں بغداد میں گذرا۔ چوہتر سال کی عمر میں علم نجوم میں گھسا۔ طباع اور ذکی تھا اور طبیعت میں اس سلسلہ سے ازلی مناسبت تھی اس لئے بے روک ترقی کرتا چلا گیا۔ اور مسائل فن میں اُس کی رائے اصل نقطہ پہ پہنچنے لگی۔ نجومی حساب سے اکثر امور کی قبل از وقت اطلاع کر دیتا اور بہت سے مخفی اُمور پر مطلع ہو جاتا۔ اس سے نقصانات بھی اُٹھائے۔ مستعین باللہ خلیفۂ عباسی کے دور میں بعض اُمور کا قبل از وقت افشا کر دیا۔ اس لئے دربارِ خلافت کی طرف سے کوڑے کھائے۔ مگر فن کا شغف اور شغلہ طبعی تھا۔ اس لئے اُسے نہیں چھوڑا۔ الموفق ابن المتوکل علی اللہ خلیفۂ عباسی کے دربار میں حاضر باش اور مقرب ہو گیا۔ اتفاقاً خلیفہ نے بعض اُمراء دربار پر کسی جُرم میں مقدمہ قائم کر کے سزا کا حکم سُنا دیا۔ مجرم امیر روپوش ہو گیا۔ چونکہ ابومعشر کی طرف سے یہ خوف بھی لگا ہوا تھا کہ باوجود مخفی ہو جانے کے بھی وہ موقع روپوشی کی اطلاع دیدے گا۔ اس لئے اپنی اخفاء کی یہ عجیب وغریب صورت اختیار کی کہ ایک بڑے طشت میں خون بھر کر اُس میں سونے کی ایک موٹے تما اُوکھلی رکھدی اور اُس پہ بیٹھ گیا کہ اول تو ابومعشر اس ہیئت کی تعبیر کسطرح

کر سکے گا۔ اور اگر کرے گا تو ایسی انوکھی صورت اخفار کی طرف کسی کو التفات کیا ہو سکے گا۔ بہر دو صورت میر اور جائے اخفار کا پتہ نہیں چل سکے گا۔ خلیفہ نے مجرم کی تلاش میں انتہائی سعی کی مگر پتہ نہ چلا۔ آخر کار ابو معشر کو حکم دیا کہ نجومی حساب سے موقع کا پتہ چلائے۔ ابو معشر نے اپنے فن کا عمل کیا۔ لیکن نتیجہ سامنے آنے پر حیرانی اور سکوت میں سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ خلیفہ نے امر واقعہ دریافت کیا تو عرض کیا کہ حیران ہوں جس جگہ کا پتہ چلتا ہے وہ ایسی عجیب و غریب جگہ ہے کہ شاید عالم میں کہیں بھی نہ ہو گی۔ خلیفہ نے مشتاق ہو کر پوچھا کہ آخر کونسی جگہ نکلتی ہے۔ کہا کہ خون کے سمندر میں سونے کا ایک پہاڑ ہے جس پر وہ مجرم امیر موجود ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ سبحان اللہ کہیں دنیا میں ایسی جگہ آجتک کسی نے دیکھی یا سُنی بھی ہے۔ دوبارہ اپنے عمل کو دیکھو اور نظر ثانی کرو۔ نظر ثانی کے بعد بھی ابو معشر نے موقعہ کی وہی صورت بیان کی۔ خلیفہ نے سُراغ رسانی سے عاجز ہو کر بالآخر امان کا اعلان کر دیا کہ مجرم اور اُس کو پناہ دینے والے خود ہی ظاہر ہو جائیں۔ جب مجرم مطمئن ہو گیا تو نکل کر حاضرِ دربار ہوا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ آخر تو نے اپنے اخفار کا کیا حیلہ اختیار کیا تھا۔ اُس نے طشت خون اور سونے کی ہاون کا قصہ بیان کیا۔ خلیفہ اور تمام دربار اُس کی ذہانت اور اس عجیب حیلہ سازی پر متعجب ہوئے اور ابو معشر کی فن دانی اور لطافتِ طبع کی داد دی گئی۔ سنہ ۲۷۲ھ میں ابو معشر نے وفات پائی ہے۔ سنہ ولادت کا تاریخوں سے کوئی پتہ نہیں چلتا۔ (ماخوذ از دائرۃ المعارف و ابن خلکان)۔

## صنعتِ خوشنویسی

امّا علی ابن الھلال ففرد ھم
فی حسن خطٍ ما لہ من شانٍ

لیکن علی ابن ہلال لوگوں میں یکتا تھا حُسنِ خط
اور خوشنویسی میں اُس کی عجیب شان تھی۔

ابوالحسن علی بن ھلال مشہور کاتب اور خوشنویس ہے۔ خطِ کوفی کا امام گذرا ہے۔ چونکہ علی بن ہلال کا باپ دربان اور پردہ دار تھا اس لئے ابن بواب اور ابن الستری کے لقب سے بھی مشہور ہے۔ گو ابو علی ابن مقلہ سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے خطِ کوفی کا طریقہ رائج کیا۔ مگر خط کی تہذیب و تنقیح اور اس میں نوک وپلک کا پیدا کرنا ابنِ ہلال ہی کا کام تھا۔

اس فن میں ابنِ ہلال کا استاد ابو عبداللہ محمد بن اسد بغدادی تھا۔ جو ایک فاضل عالم اور ماہر کاتب تھا۔

کاتبوں میں یہ مثل مشہور ہو گئی تھی کہ فلاں کا خط حسن میں ابنِ ہلال کے خط کی مانند ہے۔ ابن ہلال کی ایک تحریر کے متعلق جو صابی ابنِ ہلال شاعر کے رسائل میں سے علی ابن ہلال نے نقل کی تھی۔

حلب کے ایک فقیہ نے ذیل کے اشعار پڑھے تھے ؎

| | |
|---|---|
| وھممت بہ حتی توھمت لفظہ | نجوم لیال او سموط لآلی |
| کتاب کوشی الروض خطت سطورہ | یدین ھلال عن فم ابن ھلال |

ابن بواب کا انتقال جمعرات کے دن دوسری جمادی الاولےٰ ۴۲۳ھ کو بغداد میں ہوا۔ اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

---

؎ میں اس عبارت اور تحریر کے متعلق سوچتا رہا یہاں تک کہ مجھے وہم ہو گیا کہ اس تحریر کے نقوش رات کے چمکدار ستارے ہیں یا موتیوں کی کوئی لڑی ہے۔ تحریر کیا ہے مثل۔

# فنِ منطق

اما ابن سینا القرمطی فمصانع للمسلمین بمنطق الیونان

لیکن ابن سینا قرمطی سو اُس نے مسلمانوں میں منطق یونان کو پھیلایا اور اُس میں فائق تھا

یونان ما الیونان اکثر اھلھا اھل الضلالۃ قدوۃ الشیطان

کون یونان؟ وہی یونان جسکا علمی طبقہ عامتہ (بوجہ دماغی تخیلات کو مدار عقائد ٹھیرالینے کی) گمراہ ہوا ہے اور شیطان کا بھی مقتدا بنگیا ہے

ماعندھم نور من الا نوار بل ھم فی ظلام الجھل کالعمیان

ان لوگوں کے پاس انوار الٰہیہ کا کوئی نور نہ تھا۔ بلکہ وہ اپنے علم نما جہل میں اندھوں کی طرح ہاتھ پاؤں مارتے رہتے تھے

شیخ الرئیس ابو علی حسین ابن عبد اللہ ابن سینا؟ مشہور حکیم ہے۔ بلخی الاصل ہے۔ اُس کا باپ بلخ سے بخارا منتقل ہو گیا تھا۔ ماں کا نام ستارہ تھا۔ خرمثینا ضلع بخارا میں بماہ صفر ۳۷۰ھ ابن سینا کی ولادت ہوئی۔ ابن سینا نے ہوش سنبھال کر تحصیلِ علم کے لئے مختلف بلاد کے سفر کئے اور علوم وفنون نہایت تندہی سے حاصل کئے۔ دس سال کی عمر میں علوم قرآن عزیز۔ ادب۔ اُصول دین حساب ہند۔ جبر ومقابلہ وغیرہ کی تکمیل کر لی۔ اس کے بعد حکیم ابو عبد اللہ ناتلی کے پاس منطق میں ایسا غوجی شروع کی۔ پھر اقلیدس ومجسطی وغیرہ کی تعلیم پائی۔ اور اُستاد سے اس درجہ فائق ہو گیا کہ اس فن منطق کی کتنے ہی رموز ونہمات جو اُستاد پر بھی منکشف نہ تھے اُس نے کھول دیئے۔ اور اُس کے بہت سے اشکالات حل کر دیئے۔ جب ناتلی خوارزم شاہ مامون بن محمد کے پاس چلا گیا تو بوعلی نے علم طبعی والٰہی وغیرہ کی تکمیل کی اور مطالعۂ کتب میں اوقات صرف کئے۔ طبع رسا۔ اور ذہن وقاد پہلے سے تھا۔ مطالعہ اور وسعت معلومات نے اُس کو جلا دے دی۔ اس فن کے اوائل وآواخر پر فائق ہو گیا۔ اور اُس کی ہستی بے نظیر سمجھی جانے لگی۔ بڑے بڑے اہلِ فن استفادہ کے لئے اُس کے پاس آنے لگے۔ تحصیل علم کے زمانہ میں پوری رات کبھی

نہیں سویا اور دن کا کوئی حصہ مطالعہ اور درس کے سوا کسی اور شغل میں نہیں گذرا۔ اُس پر جب کوئی مسئلہ مشکل ہو جاتا تو وضوء کر کے مسجد میں حاضر ہوتا اور نماز پڑھ کے اللہ سے دعاء مانگتا اور اس طرح اپنے اشکالات کو حل کر لیتا تھا۔ پھر علم طب میں مشغول ہو کر مہارت پیدا کی اور نئے نئے علاج اپنی طبیعت سے پیدا کئے۔

نوح ابن نصر سامانی والیٔ خراسان بیمار ہوا تو اس نے ابنِ سینار کو علاج کے لئے بلایا اور اُس کے علاج سے شفایاب ہوا۔ صحت یاب ہونے پر اُس نے ابن سینار کی قدر کی اور اپنا مقرب بنا لیا۔ اور اپنے بے نظیر کتب خانہ کا دروازہ ابنِ سینار کے لئے کھول دیا۔ ابنِ سینار نے ہر علم و فن کی کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ اتفاقاً کتب خانہ میں آگ لگ گئی اور جل کر خاکستر ہو گیا تو ایک ابن سینا ہی اُس کے علوم کا حامل رہ گیا۔ اس لیئے اور بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ غرض اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم فنون میں کمال حاصل کر لیا۔ ابنِ سینار اور اُس کا باپ دولتِ سامانیہ کے صیغۂ حکومت میں ملازمت کرتے تھے۔ جب دولتِ سامانیہ کا زوال ہوا تو ابو علی خوارزم شاہ کی قلمرو میں چلا گیا۔ لباس اور طرز و وضع فقیہانہ اور عالمانہ رکھتا تھا۔ وہاں اُس کی تنخواہ حکومت سے مقرر ہو گئی۔ پھر یہاں نسار۔ ابیورد۔ اور طوس وغیرہ کا سفر کیا۔ وہاں سے دہستان اور وہاں سے جُرجان پہونچا۔ جہاں اُس نے کتاب اوسط تصنیف کی۔ جو اوسط جُرجانی کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر وہاں سے رَمی اور وہاں سے قزوین اور وہاں سے ہمدان آ گیا۔ اور شمس الدولہ شاہ ہمدان کی وزارت قبول کی۔ شمس الدولہ کی وفات کے بعد اصبہان چلا گیا۔ اور علاء الدولہ ابو جعفر ابن کاکویہ کا مقرب بن گیا جس نے حسن سلوک اور احسان کا برتاؤ کیا۔ تقریباً ایک سو کتابیں تصنیف کیں۔ شفاء۔ اشارات۔ قانون۔ نجاۃ وغیرہ اُس کی مشہور اور متداول تصنیفیں ہیں۔

ابوعلی قوی المزاج تھا اور جماع پر حریص تھا۔ کثرتِ جماع نے اُسے ضعیف کر دیا تھا۔ اور قسم قسم کے امراض بالخصوص قولنج نے بدن میں گھر کر لیا تھا۔ ایک ایک دن میں آٹھ آٹھ مرتبہ حقنہ کی نوبت آئی مگر جماع نہ چھوڑا۔ حالت یہ ہو گئی کہ ہفتہ بھر اچھا۔ اور ہفتہ بھر بیمار۔ دائم المرض بن گیا۔ پھر علاء الدولہ نے ہمدان کا قصد کیا اور ابو علی ساتھ تھا۔ راستہ میں قولنج پڑا۔ ہمدان پہونچ کر بے حد ضعیف ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ میری مدبرۂ بدن عاجز ہو چکی ہے اب کوئی علاج نفع نہ دے گا۔ علاج ترک کر دیا اور غسل کر کے توبہ واستغفار کی طرف متوجہ ہوا۔ تمام مال صدقہ کر دیا۔ لونڈی۔ غلام آزاد کر دیئے۔ اہلِ حقوق کے سب حق ادا کر دیئے اور ہر تین دن میں ایک قرآن ختم کرتا تھا۔ اور آخر کار رمضان ۴۲۸ھ یوم جمعہ کو ہمدان میں انتقال کیا۔ اور وہیں دفن کیا گیا۔ یغفر اللہ لنا ولہ۔ آمین۔

# صنعتِ اعتزال

وابو علی قد تفرد مبدعا ٭ للاعتزال فصار ذا البطلان

اور ابو علی جبائی یکتا ہوا ہے اعتزال میں گویا موجد اعتزال ہے اور اسی لئے حق کما حقہ نہ پا سکا

ابو علی محمد بن عبدالوہاب جُبّائی ۲۳۵ھ میں پیدا ہوا ہے مشہور فلسفی معتزلی ہے۔ ائمہ اعتزال میں سے گذرا ہے۔ مذہب اعتزال میں اس کے بڑے بڑے مقالات مشہور ہیں۔ شیخ ابو الحسن اشعری رئیس المتکلمین اس کے تلامذہ میں سے تھے۔ لیکن حق تعالیٰ نے انھیں اعتزال سے بچا کر اہلِ سنۃ والجماعۃ کی خدمت کے لئے چھانٹ لیا اور الگ کر لیا اُستاد وشاگرد میں بگڑنے کی وجہ ایک مشہور مناظرہ ہے جس کو علماء نے روایت کیا ہے کہ شیخ ابو الحسن نے اپنے استاد ابو علی جبائی سے ایسے تین آدمیوں کی نسبۃ سوال کیا کہ ایک اُن میں سے مومن تقی ہو۔ دوسرا کافر شقی ہو۔ اور تیسرا بچہ ہو اور وہ انتقال کر جائیں تو

اُن کا کیا حال ہو گا؟ جبائی نے کہا کہ مؤمن درجات جنت میں جائے گا۔ اور کافر درجات جہنم میں رہے گا۔ اور بچہ اہلِ سلامت میں سے ہو گا۔ جو نہ درجات پر فائز ہو گا۔ اور نہ درکات میں ڈالا جائے گا۔ اشعری نے کہا کہ اگر بچہ یہ چاہے کہ مجھے بھی مومن تقی کے سے درجات مل جائیں تو کیا اُسے حق تعالیٰ کی طرف سے اجازت مل سکتی ہے۔ جبائی نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اُس سے کہا جائے گا کہ اگر مومن تقی کو درجات دیئے گئے ہیں تو اُس کی کثیر طاعات کی وجہ سے جو تو نے انجام نہیں دیں۔ اشعری نے کہا کہ اگر بچہ یوں کہے کہ الٰہی اس میں میرا کیا قصور تھا۔ آپ ہی نے تو مجھے جوان بالغ نہیں کیا اور نہ طاعات پر قادر ہونے دیا۔ جبائی نے کہا حق تعالیٰ فرماویں گے کہ میں جانتا تھا کہ اگر تو باقی رہتا اور جوان ہوتا تو گناہ کرتا اور جہنم کا مستحق ہوتا۔ پس میں نے تیری مصلحت کی رعایت کی۔ اشعری نے کہا کہ اگر کافر شقی کہنے لگے کہ الٰہ العٰلمین جیسے تو اُس بچہ کا آئندہ حال جانتا تھا میرا آئندہ حال بھی تو تجھے معلوم تھا تو اُس کی مصلحت کی تو تو نے رعایت فرمائی۔ اور میری رعایت نہ فرمائی۔ جبائی مبہوت و حیران رہ گیا۔ اور غصہ سے ابوالحسن اشعری کو کہا کہ تو پاگل ہے۔ اشعری نے کہا کہ میں تو پاگل نہیں ہوں۔ مگر شاید کہیں شیخ کا گدھا ایڑیوں کے بل کھڑا ہو گیا ہے (جو آگے نہیں چل سکتا اور پیچھے کی طرف چت گرنے کو ہے)۔ پس جبائی بگڑ کر شیخ سے الگ ہو گیا۔ اور آپس میں انقطاع ہو گیا۔ پھر اتفاق سے جبائی نے ایک جلسہ کیا جس کا موضوع تذکیر و موعظۃ تھا۔ جس میں کثرت سے مرد و عورت شریک ہوئے۔ شیخ ابوالحسن اشعری بھی چھپ کر ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ اور ایک بوڑھی عورت کو چند سوالات سکھلا دیئے اور یہ کہ اگر جبائی یہ جواب دے تو پھر یہ سوال کرنا اور پھر اُس کا یہ جواب دے تو یہ سوال کرنا۔ بڑھیا نے بھرے مجمع میں سوالات شروع کیے اور سوال بعد الجواب شروع کر دیئے۔ آخر کار جبائی رہ گیا اور ساکت ہوا۔ اور پھر پتہ چل گیا کہ فلاں کونے میں شیخ ابوالحسن بیٹھے ہیں یہ اُنہی کی کارستانی ہے۔

بڑھیا کی نہیں ہے۔ جبائی جُبّی کا رہنے والا تھا۔ جو ایک طویل و عریض شہر تھا۔ جس کو کھجوروں اور گنوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ شعبان ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔

# فنِ موسیقی

والموصلیؒ و معبد فکلاھما ۔۔۔ فی حسن صوت والغنا فردان

اور موصلی اور معبد دونوں کے دونوں ۔۔۔ حسن لحن اور موسیقی میں فرد ہوئے ہیں

ابراہیم بن ماہان (یا میمون) بن بھمن بن منسک التمیمی۔ مشہور مغنّی ہے ابنِ ندیم کے نام سے معروف ہے۔ فارسی الاصل ہے۔ اس کا باپ ماہان بنی اُمیہ کے ظلم سے تنگ آکر ایک جماعت کے ساتھ کوفہ میں چلا آیا تھا۔ اسی جماعت میں ایک دہقانی کی لڑکی بھی تھی۔ ماہان نے اُس کی ساتھ نکاح کر لیا اور اُسی سے ۱۲۵ھ میں ابراہیم پیدا ہوا۔ ابراہیم کو دوسالہ چھوڑ کر باپ کا انتقال ہو گیا۔ اور آلِ خزیمہ نے جو ابراہیم کے قبیلہ کے لوگ تھے اُسے اپنی تربیت میں لے لیا۔ جوان ہو کر نوجوانوں کی صحبت و معاشرت سے اُسے گانے کا شوق پیدا ہوا۔ مربیوں نے اس بارہ میں سخت گیری شروع کی تو بھاگ کے موصل چلا آیا۔ اور اسی لئے موصلی کی نسبت سے مشہور رہا۔ علی ابن نافع سے جو مہدی خلیفۂ عباسی کا غلام اور ایک ماہر مغنّی تھا۔ تغنّی اور موسیقی کی تعلیم پائی ایک بہترین اور یگانۂ روزگار مُغنّی بن گیا۔ ابراہیم کے اس فن میں ترقی اور شغف کے اسباب میں سے ایک سبب اُسی کی روایت کے موافق یہ بھی ہوا کہ وہ رَے میں مقیم تھا کہ ابو جعفر منصور خلیفۂ عباسی کا ایک سفیر کسی علاقہ کے گورنر کی طرف سفارت اور مراسلہ لے جاتا ہوا رَے میں سے گذرا۔ ابراہیم کو گاتے ہوئے سنا اور اُس کی آواز اور لب و لہجہ پر فریفتہ ہو گیا اُسے خلعتِ فاخرہ عطا کیا۔ اور چلا گیا۔ منزلِ مقصود پر پہونچا تو علاقہ کے گورنر نے خلیفہ کا سفیر ہونے کی حیثیت سے بہت آؤ بھگت

کی سات ہزار درہم اور بہت سے خلعت دیئے۔ واپسی میں سفیر مذکور پھر رَی سے ہوکر گذرا اور ابراہیم کے پاس پہونچ کر اُسے دو ہزار درہم اور آدھے خلعت دیدیئے۔ ابراہیم نے کہا کہ جس فن کے طفیل میں مجھے اتنا بڑا انعام اکدم ملا ہے میں اُسی فن کی تکمیل میں اس دولت کو صرف کروں گا۔ چنانچہ فن میں منہمک ہوگیا ۹۰۰ راگ کا ماہر ہوا۔ جس میں سے ۳۰۰ تو عموماً مغنیوں کے زبان زد تھے۔ اور چھ سَو ابراہیم کی مخصوصات میں سے تھے جن میں اہلِ فن اُسی کی طرف رُخ کرنے پر مجبور تھے۔ ہر مجلس میں وقت کے مناسب اور اہلِ مجلس کی ذہنیت کی موافق راگ شروع کرتا۔ اور مجلس کو تڑپا دیتا تھا۔ آلہادی خلیفہ عباس کے دربار میں منظورِ نظر رہا ہے۔ خلیفہ نے بھی قدر دانی میں کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ ایک ایک دن میں ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ درہم کی یافت ہونے لگی۔ ابراہیم کا بیٹا اسحٰق کہتا ہے کہ اگر ہادی کچھ اور زندہ رہتا تو ہم اپنے گھروں کی دیواریں بھی سونے اور چاندی کی بنا لیتے صرف ہادی کے دربار سے یک مشت عطا کی صورت میں جو نقود حاصل کیئے ہیں اُن کی مقدار چوبیس لاکھ درہم تک پہونچتی ہے۔ وظائف مقررہ اور سامانِ متفرقہ کی قیمت کا اوسط دس ہزار درہم ماہوار پڑتا ہے۔ غلّہ اور اجناس خلعت وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔ شاہی باورچیخانہ سے تین بکریاں روزانہ مقرر تھیں۔ ایک پکّی ہوئی۔ ایک مذبوح صاف شدہ اور ایک زندہ۔ ابراہیم بھی نہایت بامروّت مہمان نواز تھا۔ اُس کا باورچی خانہ بھی امراء کے مطبخوں سے کم نہ تھا۔ اگر پکّی ہوئی سالم بکری کافی نہ ہوتی تو دوسری مذبوح پکائی جاتی۔ وہ بھی مہمانوں کی کثرت اور اہلِ مجلس کی وسعت میں ناکافی ہوجاتی تو تیسری ذبح کی جاتی۔ نیز تین ہزار درہم نقد باورچیخانہ کے اخراجات کے لئے ماہانہ مقرر تھے۔ پھر سلطانی عطایا کے علاوہ امراء کے یہاں دعوتی رقعوں پر مدعو ہوتا تھا۔ اور بڑے بڑے انعامات حاصل کرتا تھا۔ اس پر بھی مرتے وقت کُل

تین هزار دینار چھوڑے ہیں۔ اور سات ہزار دینار قرضہ چھوڑا جو اُس کے بیٹے نے ادا کیا ہارون رشید کی خلافت کا زمانہ پایا۔ اور اُس کی بھی کافی قدر دانی دیکھی۔ اتفاقاً ہارون نے کسی بات پر ناراض ہوکر ابراہیم کو قید کر دیا تھا۔ اس کے بعد ایکدن مجلس نشاط ترتیب دی گئی۔ اور اُس کی آرائش وزیبائش میں مبالغہ کیا گیا۔ سرِ مجلس ہارون رشید نے عیسٰی ابنِ جعفر سے خطاب کر کے کہا کہ اس آج کی مجلس میں کوئی کمی اور عیب تو نہیں۔ عیسٰی نے کہا ایک بڑی کمی یہ ہے کہ اس میں ابراہیم مُغنّی نہیں ہے۔ ہارون نے اُسی وقت رہائی کا حکم صادر کیا۔ ابراہیم لایا گیا۔ قید کاٹی گئی اور گانیکا اشارہ خلیفہ کی طرف سے ہوا۔ ابراہیم نے ساز چھیڑا اور وقت کے مناسب راگ الاپنا شروع کیا۔ اس جوش سے گایا کہ تمام مجلس پر چھا گیا۔ اور ایک کو دوسرے کی خبر نہ رہی۔ ہارون نے کہا کہ آج تونے ہمیں مسرور کیا ہے ہم تجھے مسرور کریں گے۔ چنانچہ صبح کو دو لاکھ درہم اُس کے گھر پہونچوا دیئے۔

فنِ غنا میں اُس کے عجیب وغریب نوادر ہیں جن کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ ابراہیم کو آخر میں قولنج کا مرض لگ گیا تھا۔ اور اسی مرض میں بالآخر بعمر ۷۰ سال ۱۸۸ھ میں انتقال کیا۔ عموماً اہلِ ملک اور خصوصاً موسیقی داں طبقہ تأسف اور ماتم میں سوگوار تھا۔ کیونکہ ابراہیم فن کی حیثیت سے تو اہلِ فن میں محبوب اور اُستاد شمار کیا ہی جاتا تھا۔ اپنی سخاوت اور خلق ہی سے بھی عموماً ہر دل عزیز تھا۔ عفر اللہ لہ ولنا (دائرۃ المعارف جلد اول)، اسی نوع کے حالات معبد مُغنی کے بھی ہیں۔ یہ دونوں قریب قریب ہم عصر ہیں اور ایک دوسرے میں چشمک بھی رہتی تھی۔

## صفتِ کذب صفتِ بزدلی

اما ابوالحسن الکذوب فانہ ۔۔۔ فی کذبہ قد صار ذا خسران

لیکن ابوالحسن وہ اپنے جھوٹ ۔۔۔ میں ہی ٹوٹا کماتا رہا

امّا عطاءُ بنی سلیم قد غدا فی الجبن فرم اسابق الاقران

اور عطا سلمی بزدلی اور نامردوں میں یکتائی زمانہ تھا

ابو الحسن مشہور کذاب گذرا ہے۔ زندقہ و الحاد کی طرف فطرۃً طبیعت مائل تھی اور تمام عمر اسی قسم کی دسیسہ کاریوں میں مشغول بھی رہا۔ تقریباً چھٹی صدی میں جب کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے علوم سے دنیا کو روشن فرما رہے تھے۔ ابو الحسن اپنی پُر فریب و کذب سازشوں اور خود مطلبیوں سے دنیا کو تاریک بنا رہا تھا۔ دیلم کے قریب پہاڑیوں کا ایک طویل اور متصل سلسلہ چلا گیا تھا جس پر جا بجا سلسلہ وار قلعے بنے ہوئے تھے۔ جن کو قلاع الموت کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ لٹیروں اور قزاقوں یا باغیوں کیلئے یہ مقام ایک محفوظ پناہ گاہ تھا۔ ابو الحسن نے اپنی ایک جماعت بنا کر ساری عمر کی ریشہ دوانیوں سے قلاع الموت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس مقام پر مطمئن ہو کر مذہبی رنگ میں کچھ دعوے بھی کئے اور بہت سے عوام الناس کو جھوٹ سچ دکھلا کر اپنے جال میں پھانسا۔ بعض سلاطین نے حملہ کر کے ان قلعوں کو ابو الحسن کے ہاتھ سے نکال لیا۔ اور قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ ابو الحسن کو اپنی فکر ہوئی تو ایک محفوظ مقام میں چھپ کر روپوش ہو گیا۔ فاتح افواج نے اس مقام کو بھی گھیر لیا اور ابو الحسن کے لئے بھاگ نکلنے کی کوئی صورت نہ رہی۔ اپنی جان خطرہ اور یقینی موت کے منہ میں دیکھ کر مٹی کے ایک بڑے مٹکے میں گھسا اور اوپر سے مٹکے کا منہ بند کرا دیا۔ اور اپنے رفقاء کو وصیت کی کہ مٹکے کے نیچے آگ جلا کر مجھے خاک سیاہ کر دیا جائے۔ اور جب سلطانی پیادے میری گرفتاری کیلئے آئیں تو یہ شہرت کافی طور پر دیدی جائے کہ ابو الحسن آسمان پر اُٹھ گیا ہے۔ گویا ابو الحسن نے جس طرح تمام زندگی بھر کذب اور فریب کو اپنا شعار بنائے رکھا مرتے وقت بھی جھوٹ اور فریب بازی سے باز نہ آیا۔ اس لئے آج تک جھوٹ کے ساتھ دنیا میں مشہور ہے۔ ابو الحسن کا ترجمہ کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذرا۔ مذکورہ چند کلمات حضرت

سیدی داستاذی علامہ سید محمد انور شاہؒ کی زبان سے سُنے ہوئے ہیں آپ نے کا لکھدیا جانا موقع کے لحاظ سے کافی خیال کیا۔ اسی طرح عطاء سلمی مشہور بزدل اور ہیز و نامرد گذرا ہے۔ ادب کی بعض کتابوں میں اس کے کچھ منتشر حالات موجود ہیں جو اس وقت پیشِ نظر نہیں اور نہ کتاب ہی کا نام محفوظ ہے۔

# صفتِ طمع

والغزؔ اشعب واحدا فی حرصہ ۔۔۔ ما نال ذو طمع سوی الحرمان

اور بیچارہ اشعب بھولا بھالا اپنی حرص طمع میں یکتا تھا۔ حالانکہ لالچی کو محرومی کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔

(اشعب طماع مشہور حریص و لالچی شخص ہے۔ تابعین کے دور میں ہوا ہے۔ مدینہ کا رہنے والا ہے۔ حضرت عائشہ بنت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اور ابن ابو الزناد کو اپنے تکفّل اور تربیت میں لے لیا تھا۔ پالا پرورش کیا۔ خلقی رخ حرص و طمع کی طرف تھا۔ یہاں تک کہ حرص و طمع میں مشہور زمانہ ہو گیا۔ عرب میں مثل مشہور تھی کہ فلاں اشعب سے بھی زیادہ لالچی ہے۔

سالم ابن عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہم نے اشعب سے فرمایا کہ آخر تیری طمع کس حد تک پہونچ گئی ہے۔ کہنے لگا کہ اگر دو شخص کسی جنازے کے بارہ میں بھی سرگوشی کرنے لگتے ہیں تو میں اندازہ لگا لیتا ہوں کہ شاید میت نے مجھے ہی کچھ دینے کے لئے وصیت کی ہے جس کا یہ مشورہ ہو رہا ہے۔ ابن ابی الزناد نے اشعب سے کہا کہ تیری طمع کی کوئی حد بھی ہے۔ کہا کہ بس مدینہ میں جب کبھی کوئی عورت دُلہن بنا کر زفاف کے لئے بھیجی جاتی ہے تو میں اپنا گھر اس طمع میں صاف کر رکھتا ہوں کہ شاید بھول کر اس دُلہن اور اُس کے جہیز کو کوئی میرے یہاں پہونچا دے۔

بہرحال حرص و طمع میں اشعب بے اختیار ہو چکا تھا۔ اُس کی حرص و طمع کسی واقعی

میں سے کافیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کرایا۔ چند سال میں یہ رسم بھی
پوری ہوگئی۔ درسیات پر عبور بھی ہوگیا۔

۱۳۲۹ھ میں حضرت مرشدی ومولائی سیدی وسندی شیخ الہند مولانا محمود حسن
صاحب قدس سرہ کے دستِ کرامت پر بیعت کا شرف نصیب ہوا۔ اور ایک
ناپاک ہاتھ پاک ہاتھوں پر رکھا گیا۔

حضرت کے وصال پر حضرت قبلہ سیدی وسندی قطب العلوم مولانا محمد اشرف
علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کے دربار دُربار کی طرف رجوع کیا۔ اُنھوں نے
بھی اپنی شفقتِ بے غایت سے اس غبار سے اپنا دامن نہیں جھٹکا۔ یہ ساری ہی
رسمیں ادا ہوگئیں۔ مگر خاک ناپاک خاک ہی رہی ؎

تہیدستانِ قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیوان تشنہ می آرد سکندر را

برسات میں ہزاروں کیڑے مکوڑے پیدا ہوجاتے ہیں۔ یہ وجود بھی اسی طرح
صفحہ ہستی پر ایک دھبہ کی طرح نمایاں ہوگیا۔ ع

وجودک ذنبٌ لایقاس بہ ذنب

ہاں ظلمت کا وجود اس لئے ضروری ہے کہ اُس سے نور کا امتیاز واضح ہوتا ہے
رات کی اندھیری سے دن کی چمک کھلتی ہے نادانوں کے وجود سے داناؤں کی قدر
بڑھتی ہے۔ اور نالائقوں کے تقابل سے لیاقت مندوں کی حقیقی عظمت نمایاں
ہوتی ہے۔

اس لئے قصیدہ میں اشعب طماع۔ ابوالحسن کذوب۔ مادر بخیل
غطاعجبان اور طبیب نالائق کا ذکر ضروری تھا کہ اوپر کے ذکر کردہ مشاہیر علوم
وفنون کا امتیاز کھل جائے۔ ورنہ ع

ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت مارا

وصفِ مخصوص اور صفتِ غالبہ بجز غلبۂ ہوا و ہوس اور کچھ نہیں۔ عمر کی ساری گھڑیاں غلامیٔ نفس میں گذر گئیں اور گذر رہی ہیں۔ حق تعالیٰ کسی مقبول کی ہمتِ باطنی ادھر منصرف فرمادے کہ یہ خاک ناپاک جوہرِ پاک ہو جائے۔ ورنہ ہستیٔ ناکارہ بجز ننگِ اسلاف اور عارِ اخلاف ہونے کے اور کوئی وصف اپنے اندر نہیں رکھتی گناہوں سے شرمسار ہوں۔ ندامت سے اشکبار ہوں۔ اور رحمت کا امیدوار ہوں۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے آمد کو والدین اور متعلقین کے لئے باعثِ سرور فرمایا تھا اسکی رحمت سے کیا بعید ہے کہ روانگی کو میرے لئے باعثِ فرح و سرور فرمادے۔

بیا طیبؔ زاین و آں گذر کن
بسوئے رحمت و فضلش نظر کن

یا ربنا اتمم لنا انوارنا ۔ بنبیک المختار من عدنان

اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے نور کو مکمل فرما طفیل میں اپنی برگزیدہ نبی کی جو آل عدنان میں سے ہوئے

واغفرلنا اسرافنا فی امرنا ۔ واشمل بعفوک کل ذی ایمان

اور دین میں ہمارے حدود سے گذر جانے کو بخشدے اور اس معافی میں تمام ایمانداروں کو شامل فرمادیجئے

---

احقر العباد

**محمد طیبؔ غفرلہ و لوالدیہ خادم دار العلوم دیوبند**

۳۰ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ

# دیگر مطبوعات ادارۂ تاج المعارف

## تصانیف حضرت مولٰنا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم دیوبند

**فطری حکومت**:۔ حکومت صرف اللہ کا حق ہے اس لیے فطرت کے مطابق نظام حکومت بھی وہی ہوسکتا ہے جو اللہ کی حکومت کا نظام ہو لیکن وہ کیا نظام ہے؟ اور کیا وہی نظام انسانیت کو دولت، امن و سکون سے مالا مال کرسکتا ہے؟ "فطری حکومت" ان ہی دونوں سوالوں کا حقیقی، مؤثر اور دلنشین جواب پیش کرتی ہے

کتابت، طباعت، کاغذ اعلیٰ، مجلد معہ سہ رنگا گردپوش -/۸/۲ روپیہ

**اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام**:۔ آزادی کے اسلامی معنی کیا ہیں؟ اس کی تفصیلات بائیس ۲۲ دفعات کے اندر یہ کتاب پیش کرتی ہے۔ غیر مجلد، کتابت کاغذ اعلیٰ۔ قیمت -/۱۲/

**کلمۂ طیبہ**:۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اسلام کا بنیادی کلمہ ہے۔ لیکن بمبئی کے ایک اخبار نویس نے سستی شہرت کے لئے اس سے انکار کیا اور اخبار کے ذریعہ مسلمانوں میں ایک فتنہ پیدا کردیا۔ حضرت مصنف نے اِس کتاب میں اس کلمہ کی اسلامیت قرآن و حدیث، اجماع اور قیاس سے دلکش انداز میں ثابت کرکے دندان شکن جواب دیا ہے بہترین کتاب ہے غیر مجلد قیمت -/۴/۱

**اُصولِ دعوت اسلام**:۔ اسلام کی تبلیغ اسلام کے بتائے ہوئے اُصول کے مطابق ہوکر ہی اثر پیدا کرتی ہے۔ اِس کتاب میں قرآن و حدیث سے تبلیغ کے طریقے، آداب اور مبلّغ کی خصوصیات کو بہت ہی دلکش طرز میں جمع کیا گیا ہے۔ لائق دید کتاب ہے۔ مجلد رنگین، کتابت طباعت اعلیٰ۔ قیمت -/۲/۱

**اطیب الثمر عرف مسئلہ تقدیر**:۔ تقدیر کا مسئلہ ایک مشکل ترین مسئلہ ہے لیکن اس کتاب نے اسکو پانی بنادیا ہے۔ تمام اختلافات کو ذکر کرنیکے بعد مسلک حق کو دلنشیں انداز میں سمجھا دیا گیا ہے اس کے ساتھ مولٰنا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کا عربی قصیدہ مع اردو شرح بھی ہے۔ قیمت مجلد -/۴/۱ ایکروپیہ چار آنے۔

**نظریۂ دو قرآن پر ایک نظر**:۔ دورِ حاضر کے ایک نئے انکشاف پر نیا تبصرہ۔ مجلد معہ سہ رنگا گردپوش۔ قیمت ———— -/۸/۱

ادارہ تاج المعارف دیوبند کی سہ ماہی مطبوعات ۱۹۵۶ء
پہلی سہ ماہی — مارچ ۱۹۵۶ء
التشبہ فی الاسلام
حصۂ اوّل
تصنیف۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ، مہتمم دار العلوم دیوبند
مسلمانوں کی ظاہری اور باطنی زندگی میں دوسری قوموں کی نقالی ایک عام بات ہوگئی ہے۔
اس کتاب میں لباس، وضع قطع، کھانا پینا، رہنا سہنا میل ملاقات، غرض تمام ضروریاتِ زندگی کا اسلامی نقشہ نہایت مدلل طریقہ پر پیش کیا گیا ہے، اور اعتراضات کا نہایت شافی جواب دیا گیا ہے جس پر مشاہیر علماء نے حضرت مصنف کو مبارکباد پیش کی ہے۔ بے نظیر کتاب ہے۔ قیمت دو روپے
دوسری سہ ماہی — جون ۱۹۵۶ء
التشبہ فی الاسلام
حصۂ ثانی
تصنیف۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ، مہتمم دار العلوم دیوبند
اسلام کے دلکش و سادہ طرزِ معاشرت پر، تمدن جدید کی پُرفریب مدنیت کی جانب سے پڑنے والے جملہ اعتراضات کے جوابات اس کتاب کا زرّیں سرمایہ ہے۔
اس کتاب کے مطالعہ سے آپ اپنے دل میں اسلامی زندگی کی برتری اور آج کی نمائشی زندگی کا نمایاں فرق محسوس کریں گے جو دین پر آپ کو مزید التفات عطا کرے گا۔ قابل مطالعہ تصنیف ہے۔ قیمت ؏
تیسری سہ ماہی — ستمبر ۱۹۵۶ء
سوانح ابوذر غفاریؓ
تصنیف۔ علامہ مناظر احسن صاحب گیلانیؒ
حضرت ابوذر غفاریؓ کی زاہدانہ زندگی صحابۂ کرام میں امتیازی درجہ رکھتی ہے، آپ کی اہم تر خصوصیت یہ تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی کا اتباع کامل فرماتے تھے۔
شیدائے رسول ابوذر غفاریؓ کی داستان عشق نبوی درس بھی ہے اور ہدایت بھی، راہ بھی ہے اور رہبر بھی! لائق دید کتاب ہے۔ قیمت دو روپے
نوٹ مکمل سٹ کی رعایتی قیمت ... روپے علاوہ محصول
ہر کتاب مجلد مع سرورق خوشنما ڈسٹ کور ہے
چوتھی سہ ماہی — دسمبر ۱۹۵۶ء
مقالات اکابر دار العلوم
مرتبہ۔ مولانا محمد سالم صاحب قاسمی ناظم ادارہ تاج المعارف دیوبند
اس مجموعے کے تعارف کے لئے بس اتنا کہدینا کافی ہے کہ مندرجہ ذیل اکابر علماء کے بہترین مقالات مع تعارفی نوٹ اس مجموعے میں شریک کئے ہیں۔ چند بزرگوں کے نام یہ ہیں حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب وغیرہ۔ قیمت دو روپے
ملنے کا پتہ:۔ منیجر ادارہ تاج المعارف دیوبند۔ یو۔پی